بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

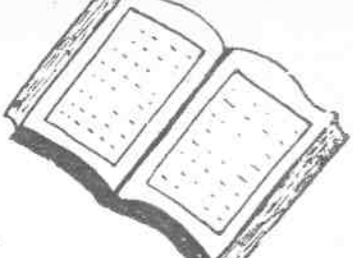

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

جولائی ١٩٦٠

الفرقان

(١) فضائلِ قرآن مجید بیان کرنے والا (٢) غیر مسلموں یعنی آریوں، عیسائیوں اور بہائیوں کے قرآن مجید پر اعتراضات کا جواب دیکر انہیں دعوتِ اسلام دینے والا۔ (٣) باشندگانِ پاکستان کو عربی زبان سکھانے والا (٤) مستشرقین کے خیالات پر تحقیقی تبصرہ کرنے والا ماہنامہ!

ایڈیٹر

ابوالعطاء جالندھری
ربوہ - پاکستان

سالانہ قیمت

پاکستان وبھارت : پانچ روپے
دیگر ممالک : دس شلنگ
فی کاپی : آٹھ آنے

دس سالہ دَور کے لائف ممبر

معاونین خاص

جن کے لئے احباب سے درخواستِ دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر عطا فرمائے آمین۔ خاکسار ابوالعطاء جالندھری

۱۔ سیدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم ۔ اے ۔ ربوہ
۲۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ایم ۔ اے ۔ ربوہ
۳۔ جناب چودھری محمد شریف صاحب خالد ایم ۔ اے ۔ ربوہ
۴۔ جناب صالح الشیبی المہدی صاحب انڈونیشین نئی دہلی
۵۔ جناب حکیم سید بیر احمد شاہ صاحب شہر سیالکوٹ
۶۔ جناب چودھری نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ شہر سیالکوٹ
۷۔ جناب قاضی خلیل الرحمٰن خان صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر ڈھاکہ
۸۔ جناب قریشی عبدالرشید صاحب تحریک جدید ربوہ
۹۔ جناب پروفیسر رفیق احمد صاحب ثاقب ابن جناب قاضی محمد رشید صاحب ربوہ
۱۰۔ جناب سیٹھ اللہ جوایا صاحب تاجر ملتان
۱۱۔ جناب شیخ محمد منیر صاحب ۔ دنیا پور
۱۲۔ جناب چودھری نذیر احمد صاحب ایم ۔ ایس سی ۔ غانا (افریقہ)
۱۳۔ جناب چودھری بشیر احمد صاحب منیر ربوہ
۱۴۔ جناب عبدالرحمٰن صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ گوجرانوالہ
۱۵۔ جناب چودھری محمد لطیف صاحب ایم ۔ اے ۔ ربوہ
۱۶۔ محترمہ بیگم صاحبہ سید عبدالعزیز صاحب منڈی بہاء الدین
۱۷۔ محترمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ جناب صالح الشیبی النہدی نئی دہلی
۱۸۔ میاں محمد انور و ڈاکٹر محمد شفیق صاحبان ۔ چاٹگانگ
۱۹۔ جناب چودھری محمد خالد صاحب ،،
۲۰۔ جناب محمود احمد علاء الدین صاحب سکندر آبادی ،،
۲۱۔ محترمہ محمودہ بیگم سعدی صاحبہ ،،
۲۲۔ جناب محمد سلیمان صاحب ڈھاکہ
۲۳۔ جناب مولوی ابوالخیر محمد محب اللہ صاحب محمود نگر (مشرقی پاکستان)
۲۴۔ جناب صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹر ۔ ڈھاکہ
۲۵۔ جناب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب ڈی ۔ پی ۔ ایچ ۔ نارائن گنج
۲۶۔ جناب ایس ۔ ایم حسن صاحب امیر جماعت احمدیہ ۔ ڈھاکہ
۲۷/۲۸۔ جناب نواب زادہ محمد امین خان صاحب بنوں
۲۹۔ جناب عبدالعزیز عزیز دین صاحب ۔ لندن
۳۰۔ جناب چودھری انور احمد صاحب کاہلوں ۔ ڈھاکہ
۳۱۔ جناب چودھری خورشید احمد صاحب ،،
۳۲۔ میاں برکت علی غلام احمد صاحبان وزیر آباد
۳۳۔ خواجہ محمد شریف صاحب لاہور
۳۴۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی ۔ ربوہ
۳۵۔ جناب ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب ۔ لاہور
۳۶۔ جناب امیر الدین صاحب لاہور
۳۷۔ جناب سید بہاول شاہ صاحب ۔ لاہور
۳۸۔ جناب چودھری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور
۳۹۔ جناب سردار بشیر احمد صاحب لاہور
۴۰۔ جناب چودھری عزیز احمد صاحب لاہور
۴۱۔ جناب چوہدری شیخ محمد صاحب لاہور
۴۲۔ جناب چودھری اعجاز نصر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ لاہور
۴۳۔ جناب قریشی قمر احمد صاحب لاہور
۴۴۔ جناب چودھری شریف احمد صاحب فیروز والہ ۔ گوجرانوالہ
۴۵۔ جناب مولوی نور محمد صاحب ۔ لاہور
۴۶۔ جناب عبدالرشید صاحب افریقی لاہور
۴۷۔ جناب چودھری نور احمد خان صاحب لاہور
۴۸۔ جناب سراج الدین صاحب لاہور
۴۹۔ جناب چودھری عبدالحکیم صاحب لاہور
۵۰۔ جناب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور
۵۱۔ جناب شیخ محمد بشیر صاحب آزاد رہنڈی مرید کے
۵۲۔ جناب چوہدری دارمبارک احمد صاحب ۔ لاہور چھاؤنی ÷

(نوٹ ص۳ بھی ملاحظہ فرمائیں)

"الفردوس"

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے!

"الفردوس"

۸۵- انارکلی لاہور

آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے بے نظیر تحفہ

نُور کاجل

- آنکھوں کو جملہ بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
- بیمار آنکھوں کا علاج ہے۔
- نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔
- آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
- آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کر کے چہرہ کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔
- خارش، پانی بہنا، بھمنی، ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بیسیوں جڑی بوٹیوں کے جوہر سے تیار کیا گیا ہے۔
اور پچاس سالہ تجربہ کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔

لہٰذا

اپنی اور اپنے بیوی بچّوں کی آنکھوں کو تندرست اور خوبصورت رکھنے کے لئے ہمیشہ نور کاجل استعمال کیجئے!

بوقتِ ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے
علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ

تیار کردہ
خورشید یُونانی دوَاخانہ
گولبازار ربوہ

نرخنامہ اشتہارات

آئندہ سے چند صفحات اشتہارات کے لئے مخصوص ہوں گے۔ نرخنامہ حسب ذیل ہے:-

اجرت ٹائیٹل بیرونی	پینتیس ۳۵ روپے	اُجرت عام صفحہ	پچیس ۲۵ روپے
" " اندرونی	تیس روپے	" " نصف صفحہ	پندرہ روپے
اجرت $\frac{1}{4}$ صفحہ	آٹھ روپے		

(مینجر الفرقان - ربوہ)

(طابع و ناشر: ابوالعطاء جالندھری ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقام اشاعت: دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ)

فہرست کتب مکتبۃ الفرقان ربوہ

نام کتب	قیمت		
حیات طیبہ (دوسرا ایڈیشن) مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب فاضل	-	-	۷
شان رسول عربیؐ (حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات)	-	-	۴
بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے (مجلد)	-	۴	۲
بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ	-	۱۲	۱
درود درمان فارسی منظوم مصنفہ شیخ محمد احمد صاحب مظہر	-	۸	۱
اسلام پر ایک نظر	-	۱	-
رسالہ فتوحات الہیہ (مجلد)	-	-	۱
نیو ڈسکوری (انگریزی عربی اور اردو کا مجموعہ)	-	۴	-
ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مجلد)	-	-	۴
حقیقۃ النبوۃ (حصہ اول)	-	-	۳
محمود الحق (شیعوں سے مباحثہ)	-	۸	-
درود شریف	-	۴	۱
اسلام کا اقتصادی نظام	-	۸	-
نظام نو	-	۴	۱
حیات قدسی (حصہ چہارم)	-	-	۲
حیات قدسی (حصہ اول)	-	-	۱
[illegible] حضرت علیہ السلام (قادیانی) مجلد	-	۱۲	-
مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم	-	۸	۱
قادیانی مسئلہ کا جواب	-	۱۲	-
بیان مسیحا جلد دوم	-	۴	۲
مولانا مودودی کے تحقیقاتی عدالت میں بیان پر اجمالی تبصرہ	-	۱۵	-
حیات بقاپوری (حصہ دوم)	-	۱۲	-
مسلمان عورت کی بلند شان (مجلد)	-	۸	۱
ہماری ہجرت اور قیام پاکستان (غیر مجلد)	-	۲	-

نام کتب	قیمت		
اسلامی اصول کی فلاسفی	-	۱۲	-
تبلیغ ہدایت (مجلد)	-	-	۳
مقامات النساء (احادیث [illegible])	-	-	۱
[illegible] الموسوم به [illegible]	-	-	۱
[illegible] کلام محمود	-	۸	-
[illegible] (تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ)	-	۲	-
تحقیقات [illegible]	-	۲	-
علمی مجموعہ [illegible]	-	۲	-
اسلام اور [illegible] پر ایک نظر	-	۱	-
[illegible] شہید مرحوم [illegible]	-	۳	-
[illegible]	-	۲	-
کلمۃ الفصل [illegible]	-	۲	-
بانی بہائیت کا دعویٰ الوہیت	-	۱	-
[illegible] ترجمہ قرآن مجید (جلد اول)	-	۸	۲
" " " (جلد دوم)	-	۸	۲
[illegible] ([illegible])	-	-	۳
[illegible] المتقین	-	۸	۱
[illegible] الحق	-	۸	-
ظہور احمد موعود	-	-	۱
شہید الحق	-	-	۱
نور احمد [illegible]	-	۵	-
[illegible]	-	-	۲
ایک غلطی کا ازالہ [illegible]	-	۴	-
آپ بیتی	-	۸	-

محصول ڈاک علاوہ ہے

خاکسار:۔ مینیجر مکتبۃ الفرقان ربوہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقان

جلد ۱۰ — شمارہ ۷

جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

محرم الحرام سنہ ۱۳۸۰ھ

ایڈیٹر ـ ابو العطاء جالندھری

نائبین

چودھری محمد شریف خالد ایم۔اے

مولوی غلام باری سیف مولوی فاضل

مندرجات

مضمون	مصنف	صفحہ
۱۔ "وہ نبی" کی پیشگوئی کا مصداق	ایڈیٹر	ص۲
۲۔ ایڈیٹر صاحب رسالہ "مسیحی خادم" کے نام کھلا مکتوب	"	ص۵
۳۔ شذرات	"	ص۶
۴۔ درس الحدیث (ترجمہ الادب المفرد)	ابو العطاء	ص۹
۵۔ غیبی امداد	حضرت مولانا راجیکی صاحب	ص۱۰
۶۔ محبت الٰہی اور اس کی علامات	(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)	ص۱۱
۷۔ تین اہم سوالات کے جوابات	جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد	ص۱۲
۸۔ ایک مکالمہ (نظم)	جناب چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے	ص۱۴
۹۔ ایڈیٹر کی ڈاک	(احباب کے خطوط)	ص۱۵
۱۰۔ دو لطیفے	..	ص۱۶
۱۱۔ قرآن مجید کا اسلوب بیان	جناب یحییٰ فضلی صاحب فاضل	ص۱۷
۱۲۔ کیا بہائی تحریری مناظرہ کے لیے تیار ہوں گے؟	ایڈیٹر	ص۲۶
۱۳۔ کیا بہاء اللہ کا پہلے دعویٰ کرنا اس کے سچا ہونے کی دلیل ہے؟	"	ص۲۸
۱۴۔ شرک	جناب سید ارشد علی صاحب لکھنوی	ص۳۲
۱۵۔ کیا حضرت آدم گنہگار تھے؟	جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل	ص۳۳
۱۶۔ حال عاشق (نظم)	جناب مولوی مصلح الدین صاحب راجیکی مرحوم	ص۳۵
۱۷۔ تحریک احمدیت	جناب ماسٹر امیر عالم صاحب لیہ ضلع مظفرگڑھ	ص۳۶
۱۸۔ محرم الحرام (نظم)	جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل	ص۳۸
۱۹۔ نئی کتابیں	تبصرہ نگار (ع۔م۔ر)	ص۳۹
۲۰۔ البیان (قرآن مجید کا مسلسل اردو ترجمہ مع مختصر تفسیری حواشی)	ایڈیٹر	ص۴۱

قواعد و ضوابط:-

(۱) تاریخ اشاعت ہر ماہ کی دس تاریخ ہے۔

(۲) سالانہ زر اشتراک پانچ روپے پیشگی ہے۔

(۳) زر مبادلہ بنام مینیجر اور مضامین بنام ایڈیٹر بھجوائے جائیں۔

او المستقبل بالھام من اللہ۔

کہ نبی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے الہام
پاکر غیب یا مستقبل کی خبریں دیتا ہے۔"
(المنجد)

اب ظاہر ہے کہ خدا سے بذریعہ الہام خبریں پانے والا خود خدا نہیں ہو سکتا۔ اسلئے جو خدا ہے وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ پس قطع نظر اس کے کہ مسیح اور "وہ نبی" کی کی پیشگوئی کا مصداق فرد واحد ہے یا الگ الگ دو وجود ہیں۔ یہ تو بہرحال یقینی ہے کہ عیسائی عقیدہ کے رُو سے حضرت مسیح نبی ہرگز نہیں ہو سکتے ورنہ ان کی الوہیت کا انکار کرنا لازمی ہے۔

ماسٹر صاحب مسیح اور وہ نبی کی پیشگوئی کو ایک شخص میں جمع کرنے کے مخمصہ میں اسلئے پڑے ہیں کہ اگر وہ نبی کی پیشگوئی علیحدہ ہو تو انہیں ماننا پڑتا ہے کہ از روئے بائیبل حضرت مسیح کے بعد ایک عظیم الشان نبی آنے والا ہے اور یہ بات عیسائیوں کے لئے بہت گراں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لے آئیں۔ اسلئے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ مسیح اور وہ نبی حضرت عیسےٰ ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

اناجیل میں لکھا ہے:۔

"یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں
نے یروشلم سے کاہن اور لیوی یہ پوچھنے کو
اس کے پاس بھیجے کہ تُو کون ہے؟ تو اس
نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ
میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس
سے پوچھا پھر کون ہے کیا تو ایلیاہ ہے
اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟
اس نے جواب دیا کہ نہیں ..... انہوں
نے اس سے سوال کیا کہ اگر تُو نہ مسیح ہے
نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا
ہے؟" (انجیل یوحنا ۱ / ۲۱-۲۵)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے ظہور سے پیشتر یہودیوں میں کتاب مقدس کے وعدوں کے مطابق **تین نبیوں** کا انتظار تھا۔ (۱) ایلیاہ (۲) مسیح (۳) وہ نبی۔ اسی لئے انہوں نے حضرت یوحنا (یحییٰؑ) سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ ایلیاہ ہیں یا مسیح ہیں یا وہ نبی ہیں؟ اگرچہ حضرت یحییٰؑ نے ان تینوں میں سے کسی ایک کا مصداق ہونے سے انکار کیا لیکن انہوں نے یہودی علماء سے یہ نہیں کہا کہ تم کس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ تین وجود آنے والے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ مسیح اور وہ نبی تو دونوں ایک ہیں۔ حضرت یوحنا کا اس موقعہ پر اس بارے میں سکوت اختیار کرنا بتلاتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی آنے والے موعود تین ہی تھے اور بائیبل کے رُو سے یہی ثابت تھا۔ پس آج صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے انکار کی خاطر کسی پادری کا مسیح اور وہ نبی کے علیحدہ علیحدہ وجود سے انکار اس کی نیک نیتی یا خدا ترسی پر دلیل نہیں۔

پھر حضرت مسیح نے بھی ساری زندگی بھر کبھی یہ بیان نہیں کیا کہ یہودی جو تین موعودوں کے منتظر تھے وہ اس انتظار میں **غلطی** پر تھے بلکہ انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح نے ایلیاہ کے بارے میں یہود کی صرف اس غلطی کا ازالہ فرمایا کہ ایلیاہ جسمانی طور پر آنیوالا ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح کے شاگردوں نے پوچھا "پھر فقیہہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے۔ اس نے جواب میں کہا۔ ایلیاہ البتہ آئیگا اور سب کچھ بحال کریگا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اس کو نہیں پہچانا۔" (متی ۱۷ / ۱۰-۱۲) پھر فرمایا "سب نبیوں اور توراۃ نے یوحنا تک نبوت کی اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنیوالا تھا یہی ہے" (متی ۱۱ / ۱۳-۱۴ و مرقس ۹ / ۱۱-۱۳) اس سے ظاہر ہے کہ یہود کا ایلیاہ کی

آمد کے متعلق تو صحیح خیال تھا کیونکہ ملاکی ۴/۵ میں ایلیاہ کی دوبارہ آمد کا ذکر موجود ہے لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکے تھے کہ ایلیاہ کی آمد سے مراد ایلیاہ کی روح اور قوت میں یوحنا کا آنا تھا (لوقا ۱/۱۷) پس حضرت مسیح نے بھی یوحنا کی طرح یہود کے اس خیال کی کبھی تردید نہیں فرمائی کہ انہیں بائیبل کی رُو سے تین موعودوں کا انتظار تھا ایلیاہ، مسیح اور وہ نبی۔

حواریوں نے بھی یہی سمجھا تھا کہ مثیلِ موسیٰ یا وہ نبی حضرت مسیح کے علاوہ اور وجود ہے چنانچہ اعمال کی کتاب میں لکھا ہے:
"پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں اور وہ اُس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اسکی سننا۔ اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنیگا وہ اُمت میں سے نیست و نابود کر دیا جائیگا۔ (۳/۱۹-۲۳) اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی آمد ثانی سے پہلے مثیلِ موسیٰ کا آنا ضروری ہے اور مثیلِ موسیٰ ہی "وہ نبی" ہے۔ پس مسیح اور وہ نبی ایک نہیں ہو سکتے۔

مکاشفہ یوحنا میں لکھا ہے کہ مسیح کی آمد ثانی سے پہلے ایک ایسا مقدس وجود ظاہر ہوگا جو سچا اور برحق کہلائیگا اور راستی کیساتھ انصاف اور لڑائی کریگا۔ اسکی آنکھیں آگ کے شعلے ہونگے۔ اسکے سر پر بہت سے تاج ہونگے اور اسکی پوشاک پر اس کا یہ نام لکھا ہوا ہوگا "بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" (مکاشفہ ۱۹/۱۱-۱۶) اسی مکاشفہ میں یاجوج و ماجوج کے خروج کا ذکر اور مسیح کی آمد ثانی کا بیان اس مقدس وجود کی بعثت کے ایک ہزار برس بعد لکھا ہے۔ (۲۰/۷-۸) یہی مقدس وجود وہ نبی ہے اور اسی کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے۔
گویا حضرت یوحنا (یحییٰ) حضرت مسیح اور حواریوں اور مکاشفہ یوحنا کے بیانات سے بالبداہت ثابت ہے کہ مثیلِ موسیٰ یا وہ نبی مسیح کے علاوہ وجود ہے۔

چونکہ مسیح کے متعلق صحیح عقیدہ یہ ہے کہ وہ صرف نبی ہیں خدا یا خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔ نیز مسیح نبی اللہ کی پیشگوئی بھی حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء نے کی تھی اسلئے کسی جگہ ان کیلئے لفظ نبی کا اطلاق عیسائیوں کے لئے اس غلط فہمی کا موجب نہیں ہونا چاہیئے کہ مثیلِ موسیٰ یا وہ نبی کی پیشگوئی حضرت مسیح پر چسپاں ہو گئی ہے۔

ماسٹر برکت اے خاں نے یوحنا ۷ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہودیوں نے تسلیم کر لیا تھا کہ مسیح ہی وہ نبی کی پیشگوئی کے مصداق ہیں مگر یہ ماسٹر صاحب کا ایک مغالطہ ہے۔ انجیل یوحنا کے اصل الفاظ یہ ہیں: "بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سُنکر کہا۔ بیشک یہی وہ نبی ہے اَوروں نے کہا یہ مسیح ہے اور بعض نے کہا کیوں؟ کیا مسیح گلیل سے آئے گا۔" اس عبارت سے بعض سامعین کے ایک سرسری خیال کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن عقیدہ اور ایمان کا اظہار نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں اس عبارت سے عیاں ہے کہ یہ سب لوگ مسیح اور وہ نبی کو الگ الگ موعود مانتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں ماسٹر صاحب کے استدلال کی ساری عمارت پیوندِ خاک ہو جاتی ہے۔

ہم عیسائی صاحبان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ استثناء کی پیشگوئی درباره مثیلِ موسیٰ یا وہ نبی پر غور کریں تا ان پر یہ حقیقت کھل جائے۔ کہ اس بشارت کے مصداق صرف حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہی مثیلِ موسیٰ تھے۔ آپ ہی النبی تھے۔ خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے۔ ایک شریعتِ بیضاء آپ کے ہاتھ میں تھی اور دس ہزار قدوسی آپ کے ساتھ تھے۔

اے کاش عیسائی صاحبان خدا کے اس برگزیدہ رسولؐ پر ایمان لائیں جسے خدا نے خاتم النبیین اور تمام رسولوں کا سردار قرار دیا ہے۔

شذرات

:(۱):

شیعہ صاحبان کیلئے ایک اچھی نصیحت

شیعہ اخبار "المفید" سرگودھا کے ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں :-

"کیا یہ کمزوریٔ ایمان نہیں کہ مجالس میں تو ہم اہلبیت اطہار کی عبادت کے تذکروں پہ اچھل اچھل کر داد دیں اور نماز کے نزدیک نہ جائیں کیا یہ امام مظلوم سے دھوکہ نہیں ؟ آیئے اپنے کردار کا جائزہ لیں اور ان آلائشوں کو اپنے سے دور کریں جو ہماری روحانیت کو تباہ و برباد کر رہی ہیں۔" (۲۴ مئی سنہ ۶۱ء)

:(۲):

"خاتم العلماء والواعظین" کے بعد

خیمہ سادات ۶- ایڈورڈ روڈ لاہور کی طرف سے "مجالس عشرہ محرم" کے عنوان سے جو اشتہار شائع ہوا ہے۔ اس میں ایک واعظ کا نام بدیں الفاظ مشتہر کیا گیا ہے :-

"زیب و زین منبر، جناب خاتم العلماء والواعظین علامہ نصیر الملت سید نصیر حسین صاحب نقوی الاجتہادی لکھنوی"

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سید نصیر حسین صاحب "خاتم العلماء والواعظین" قرار پا چکے تو کیا ان کے بعد "علماء اور واعظین" کی پیدائش بند ہو گئی ہے یا آئندہ بدستور "علماء اور واعظین" پیدا ہوتے رہیں گے ؟ اگر علماء پیدا ہوتے رہیں گے تو نصیر حسین صاحب خاتم العلماء کن معنوں میں ہوئے ؟ اور اگر واقعی "علماء اور واعظین" بند ہو جائیں گے تو ملت جعفریہ کا کیا بنے گا ؟

:(۳):

علماء کے فوٹو

مولانا محمد جعفر صاحب پھلواری واقعاتی شہادت کے طور پر تحریر کرتے ہیں کہ :-

"مرگروہ علمائے حدیث نواب صدیق حسن خان کی قدآدم تصویر اب بھی لکھنؤ میں موجود ہے۔ یہ ان کے صاحبزادے نواب سید علی خان مرحوم کے ڈرائنگ روم میں ہمیشہ رکھی رہتی تھی۔ اہلحدیث کے پیرومرشد اور حضرت میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد مولانا شاہ عین الحق پھلواروی کا فوٹو راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ یہ کرتک ہے اور وہ ازراہ مزاح فرماتے تھے کہ بے جاندار کی تصویر منع ہے اور کرتک کوئی آدمی جاندار نہیں ہوتا۔ مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کی عکسی تصویر خود ان کے سوانح حیات "خاتم سلیمانی" میں موجود ہے۔ صوبۂ بہار کی ایک خانقاہ میں پیر مجیب اللہ (متوفی ۱۱۹۱ ہجری) کی قلمی تصویر ہے جس کے ذریعہ وہاں کے اصحاب سجادہ برزخ کی مشق فرماتے ہیں۔ مشہور علماء و محدثین میں سے مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا

شبیر احمد عثمانی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا حسین احمد دیوبندی، مولانا سید احمد وغیرہم کے فوٹو متعدد جرائد میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا احتشام الحق، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا داؤد غزنوی، مولانا عبد الماجد دریابادی وغیرہ وغیرہ کے فوٹو ہم نے بارہا دیکھے ہیں اور ان کو دیکھنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ باقاعدہ اُتروائی گئی ہیں۔" (المنبر لائلپور ۲۹ مئی ۱۹۶۰ء)

:(۴):

حضرت سلیمانؑ کی شریعت میں تصویر

قاری اظہار احمد صاحب تھانوی لکھتے ہیں:-

"قرآن کی وہ آیت جس سے تصویر کا جواز معلوم ہوتا ہے یہ ہے یعملون لہٗ ما یشاء من محاریب وتماثیل الآیہ یعنی سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات محرابیں اور تصویریں وغیرہ بنایا کرتے تھے۔ سلیمان علیہ السلام کے جنوں پر متسلط و حکمران ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حال ماضیہ کی حکایت ہے شریعت کا بیان نہیں۔ یہ دونوں باتیں جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ کسی واقعہ کی نقل سے اس کے ثبوت پر تو استدلال کیا جاسکتا ہے جواز پر نہیں۔ ہاں اگر جواز پر استدلال بھی کیا جائے تو اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ نبی کسی ناجائز کام پر خاموش نہیں ہوسکتا اور یہاں بھی سلیمان علیہ السلام کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویر کشی یا تماثیل کی تراش خراش سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھی۔" (الاعتصام لاہور ۲ مئی ۱۹۶۰ء)

قابلِ حل یہ امر ہے کہ کیا کسی نبی کے ایسے کام کا قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے جو اسلام میں جائز نہیں ہے؟

:(۵):

"ایک تارک الدنیا" درویش کے واقعہ میں لطیف سبق

"کسی صاحب کو ترکِ دنیا کا شوق ہوا۔ اپنی بیچاری بیوی کو طلاق دے کر اور بچوں کو چھوڑ کے نکل گئے اور درویشی اختیار کرلی۔ بیوی نے مجبور ہو کر کہیں نکاح کر لیا۔ عرصہ کے بعد درویش صاحب کہیں گھومتے پھرتے اسکے گھر کی طرف سے نکلے اور اپنی کسی ضرورت سے گھر پر صدا دی۔ گھر والی (جو اُن کی مطلقہ بیوی تھی) نکلی۔ انہوں نے تو اسکو نہیں پہچانا لیکن اس نے انکو پہچان لیا اور کہا میاں صاحب یہیں ٹھہر جاؤ آرام کرلو۔ انہوں نے قبول کرلیا اور اپنی جھولی وہیں رکھ کے بیٹھ گئے۔ اس نے ان سے اجازت لے کے انکی جھولی کھولی۔ اس میں عام ضرورت کی کچھ چیزیں تھیں۔ مثلاً سوئی، دھاگہ، قینچی، نمک، مرچ، آٹا، کچھ پیسے — اس نے ایک ایک کو پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کس لئے ہے؟ یہ میاں صاحب بتاتے رہے کہ یہ یہ ہے اور اسلئے ہے۔ آخر میں اس نے ایک دھول رسید کی اور کہا کہ **بس دنیا میرا ہی نام تھا اور یہ سب جو جھولی میں لئے پھرتے ہو یہ دنیا نہیں ہے؟**" (کلیات امدادیہ)

اس واقعہ میں غیر طبعی رہبانیت اور حقیقی درویشی میں فرق بتایا گیا ہے۔ عورت کو نجس اور راہِ خدا سے روکنے والی چیز قرار دینے والے مذاہب کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہے۔

(۶) عیسائیوں کی تبلیغ

جناب سید محمد جمیل صاحب صدر انجمن تعمیر پاکستان کراچی نے ایک کتابچہ "اسلام اور رسول کریم کے خلاف عیسائیوں کے حملے" کے عنوان سے شائع کیا ہے جس میں بعض پُرانے اور چند نئے اقتباسات پیش کر کے مسلمانوں کو توجہ

دلائی ہے۔ تمہید میں لکھتے ہیں :-

"رومن کیتھولک چرچ نے اپنی ۵۸-۱۹۵۷ء کی رپورٹ میں تحریر کیا ہے کہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں سب سے زیادہ شاندار کامیابی پاکستان میں ہوئی ہے۔"

پھر لکھا ہے کہ :-

"اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کی دو صد سالہ حکومت میں اتنے مسلمان عیسائی نہیں ہوئے جتنے آزاد پاکستان میں بارہ سال کے عرصے میں ہوئے ہیں۔" (ص۴)

اگر یہ بیانات درست ہیں تو پاکستان میں بسنے والے ہزارہا "علماء" کہلانے والوں کے لئے ماتم کا مقام ہے۔ وہ اس ارتداد کیلئے کیا وجہ جواز پیش کر سکتے ہیں سوائے اسکے کہ وہ خود تبلیغی لحاظ سے مُردہ ہیں اور اعتقادی لحاظ سے عیسائی عقائد کی گونہ تائید کرتے ہیں ؎

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میّت را

(۷)

"قادیانیوں کا اندازِ تبلیغ"

کراچی سے ایک نو آموز رسالہ "لقائے رب" کے نام شائع ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا عنوان قائم کرنا اسی کی اپج ہے۔ فاضل مدیر نے اس عنوان کے ماتحت لکھا ہے کہ :-

"ربوہ سے قادیانی حضرات کا ایک رسالہ ہمارے پاس آتا ہے جس کا نام ہے الفرقان۔ اس رسالے کا کہنا ہے کہ مشرقی افریقہ کے ایک شہر نیروبی میں ایک قادیانی مولوی صاحب نے ایک امریکی عیسائی پادری کو چیلنج دیا کہ "اگر تم خدا سے دُعا کر کے مریضوں کو اچھا کر کے دکھا دو تو عیسائی مذہب سچا اور اگر میں دعا کے ذریعہ مریضوں کو اچھا کر کے دکھا دوں تو اسلام سچا"۔ پادری صاحب نے قادیانی مولوی صاحب کے چیلنج کا جو جواب دیا وہ قادیانیوں کے اپنے رسالے کے بیان کے مطابق یہ ہے:-

"میرا کام محض وعظ کرنا ہے مریضوں کو چنگا کرنا نہیں"۔

قادیانی حضرات اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ اسلام کو اگر سمجھا ہے تو صرف آنجہانی مرزا غلام احمد صاحب نے سمجھا ہے۔ اسی خوش فہمی کے تحت قادیانی مولوی احمدیت کی تبلیغ کیلئے یورپ اور امریکہ بھیجے مگر وہاں پہنچ کر اس قسم کے بے ڈھب اعلانات دریافت کئے گئے کہ وہ وہاں سے دُم دبا کر بھاگے اور انہی میں اپنی بہتری سمجھی کہ یورپ اور امریکہ کے گوروں کو "راہ راست" پر لانے کی بجائے افریقہ کے اُن حبشیوں کو "نجات" کا راستہ دکھائیں جو ابھی تک پتھر کے زمانے کا مذہب مان رہے ہیں اور گوروں کے مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔" (جولائی ۶۰ء)

حیرت ہے کہ ان معلومات اور اس شستگی و متانتِ بیان کے باوجود "کراچی کے رسالہ" کے ایڈیٹر ہیں اور جماعت احمدیہ پر تنقید کرنے اُٹھے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے تبلیغی مراکز یورپ امریکہ میں بھی قائم ہیں اور مغربی و مشرقی افریقہ میں بھی مجاہدین پیغام حق پہنچا رہے ہیں۔ پادری اور ملحدین تو ان سے مرعوب ہو رہے ہیں مگر ایڈیٹر لقائے رب گھر میں بیٹھے ہی "دم دبا کر بھاگنے" کا سبق رٹ رہے ہیں۔ سچ ہے ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں مُلا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

لائف ممبر بنئے

الفرقان کے دس سالہ دور کیلئے خاص معاونین کے نام ہر ماہ رسالہ میں دُعا کے لئے شائع ہوتے رہیں گے۔

لائف ممبر بننے کیلئے صرف اتنی شرط ہے کہ آپ اپنا دس سال کا چندہ پیشگی ارسال فرما دیں۔ اس عرصہ میں رسالہ بھی آپ کے نام جاری رہے گا۔ انشاء اللہ

ابوالعطاء

درس الحدیث
ترجمہ الادب المفرد

بِرُّ الوَالِدَيْنِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا

ماں باپ کی وفات کے بعد اُن سے حُسنِ سلوک

(۱) قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ اَبَوَيَّ شَيْءٌ بَعْدَ مَوْتِهِمَا اَبَرُّهُمَا قَالَ نَعَمْ خِصَالٌ اَرْبَعٌ الدُّعَاءُ لَهُمَا وَالاسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي رَحِمَ لَكَ مِنْ قِبَلِهِمَا۔

ترجمہ ۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! ماں باپ کی وفات کے بعد کیا میں ان سے کسی طرح نیکی بجا لا سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں چار باتیں ہیں۔ (۱) ان کے لئے دعا کرتے رہنا (۲) ان کے لئے استغفار کرنا (۳) ان کے عہد و پیمان کو نبھانا (۴) ان کے دوست کی عزت کرنا نیز ان کے جملہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔

تشریح ۔ سعادت مند اولاد اپنے والدین کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کرتی ہے۔ ایسے ہی ایک نیک بیٹے کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں میں اب ان سے کیا نیک سلوک کر سکتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ایسے طریق بتائے ہیں جن سے بچے اپنے مرحوم والدین کے درجات کی بلندی کا موجب بن سکتے ہیں۔ ماں باپ کے لئے دعا و استغفار کرتے رہیں۔ ان کے کئے ہوئے عہود و مواثیق کی پابندی کریں اور ان کے دوستوں کی عزت و توقیر کریں اور رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ یہ وہ ذرائع ہیں جن سے بیٹے اپنے مرحوم ماں باپ کا ان کی وفات کے بعد بھی حق ادا کر سکتے ہیں۔

(۲) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تُرْفَعُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهِ دَرَجَتُهُ فَيَقُولُ اَيْ رَبِّ اَيُّ شَيْءٍ هٰذِهِ فَيُقَالُ وَلَدُكَ اِسْتَغْفَرَ لَكَ۔

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ فوت شدہ انسان کا جب بعد از اں درجہ بلند ہوتا ہے تو وہ حیرت سے پوچھتا ہے کہ اے میرے رب یہ کیسے ہوا؟ اسے جواب ملتا ہے کہ یہ رفع درجات تیری اولاد کی دعا و استغفار کے نتیجہ میں ہے جو اس نے تیرے لئے کی ہے۔ (باقی)

نبراس المؤمنین } سو احادیث نبویہ کا مجموعہ با ترجمہ و با لتشریح ۔
قیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک ۔
مینجر مکتبہ الفرقان ۔ ربوہ

آپ بیتی

غیبی امداد

:(از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی):

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں قادیان مقدس میں تھا۔ اتفاق سے گھر میں اخراجات کے لئے کوئی رقم نہ تھی۔ اور میری بیوی کہہ رہی تھیں کہ گھر کی ضروریات کے لئے کل کے واسطے کوئی رقم نہیں۔ بچوں کی تعلیمی فیس بھی ادا نہیں ہوسکی سکول والے تقاضا کر رہے ہیں۔ بہت پریشانی ہے۔ ابھی وہ یہ بات کہہ رہی تھیں کہ دفتر نظارت دعوۃ و تبلیغ سے مجھے حکم پہنچا۔ کہ دہلی اور کرنال میں بعض جلسوں کی تقریب ہے۔ آپ ایک وفد کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو کر ابھی دفتر میں آجائیں۔ جب میں دفتر میں جانے لگا تو میری اہلیہ نے پھر کہا کہ آپ۔ لمبے سفر پہ جا رہے ہیں اور گھر میں بچوں کے گزارا اور اخراجات کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ میں ان چھوٹے بچوں کے لئے کیا انتظام کروں۔ میں نے کہا کہ میں سلسلہ کا حکم ٹال نہیں سکتا اور جانے سے رُک نہیں سکتا کیونکہ میں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہُوا ہے۔

صحابہ کرام جب اپنے اہل و عیال کو گھروں میں بے سروسامانی کی حالت میں چھوڑ کر جہاد کے لئے روانہ ہوتے تھے تو گھر والوں کو یہ بھی خطرہ ہوتا تھا کہ نہ معلوم وہ واپس آتے ہیں یا شہادت کا مرتبہ پاکر ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہو جاتے ہیں۔ اور بچے یتیم اور بیویاں بیوہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ثانیہ میں ہم سے اور ہمارے اہل و عیال سے نرم سلوک کیا گیا ہے۔ اور ہمیں قتال اور حرب درپیش نہیں بلکہ زندہ سلامت لوٹنے کے امکانات ہیں۔ پس آپ کو اس نرم سلوک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا چاہیئے۔ اس پر میری بیوی خاموش ہوگئیں اور میں گھر سے نکلنے کے لئے باہر کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس حالت میں میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ "اے میرے محسن خدا تیرا یہ عاجز بندہ تیرے کام کے لئے روانہ ہو رہا ہے اور گھر کی حالت تجھ پر مخفی نہیں۔ تو خود ہی ان کا کفیل ہو اور ان کی حاجت روائی فرما۔ تیرا یہ عبد حقیر ان افسردہ دلوں اور حاجتمندوں کے لئے راحت و مسرت کا کوئی سامان مہیا نہیں کرسکتا۔"

میں دعا کرتا ہُوا ابھی بیرونی دروازہ تک نہیں پہنچا تھا کہ باہر سے کسی نے دروازے پر دستک دی۔ جب میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو ایک صاحب کھڑے تھے انہوں نے کہا کہ فلاں شخص نے ابھی ابھی مجھے بُلا کر مبلغ یکصد روپیہ دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ آپ کے ہاتھ میں دیکر عرض کیا جائے کہ اس کے دینے والے کے نام کا کسی سے ذکر نہ کیا جائے۔

میں نے وہ روپیہ لے کر انہی صاحب کو ساتھ لیا اور کہا کہ میں تو اب گھر سے تبلیغی سفر کے لئے نکل پڑا ہوں۔ بازار سے ضروری سامان خورد و نوش لینا ہے وہ آپ میرے گھر پہنچا دیں۔ کیونکہ اب میرا دوبارہ واپس گھر میں جانا مناسب نہیں۔ وہ صاحب بخوشی میرے ساتھ بازار گئے۔ میں نے ضروری سامان خرید کر ان کو گھر پہنچانے کیلئے دے دیا اور بقیہ رقم متفرق ضروریات کے لئے ان کے ہاتھ گھر بھجوا دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

کلمات طیبات

محبتِ الٰہی اور اُسکی علامات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ہندو سادھو کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"انسان اپنی محبت کا خود امتحان کرے۔ اگر اس کو اس سوختہ دل عاشق کی طرح چلتے پھرتے بیٹھتے اُٹھتے غرض ہر حالت میں بیداری کی ہو یا خواب کی اپنے محبوب کا ہی چہرہ نظر آتا ہے اور کامل توجہ اُسی طرف ہے تو سمجھ لے کہ واقعی مجھے خدا تعالےٰ سے ایک عشق ہے۔ اور ضرور ضرور خدا تعالےٰ کا پرکاش اور پریم میرے اندر موجود ہے۔ لیکن اگر درمیانی امور اور خارجی بندھن اور رُکاوٹیں اُس کی توجہ کو پھرا سکتی ہیں۔ اور ایک لحظہ کے لئے بھی وہ خیال اس کے دل سے نکل سکتا ہے۔ تو مَیں سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا تعالےٰ کا عاشق نہیں اور اس سے محبت نہیں کرتا اور اسی لئے وہ روشنی اور نُور جو سچے عاشقوں کو ملتا ہے اُسے نہیں ملتا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں آکر اکثر لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور خدا کا انکار کر بیٹھے ہیں۔ نادانوں نے اپنی محبت کا امتحان نہیں کیا اور اس کا وزن کئے بدوں ہی خدا پر بدظن ہو گئے ہیں۔ پس میرے خیال میں خدا تعالےٰ کا غیب میں رہنا انسان کی سعادت اور رُشد کو ترقی دینے کی خاطر ہے۔ اور اس کی رُوحانی قوتوں کو صاف کر کے جِلا دینے کے لئے تاکہ وہ نُور اُس میں پرکاش ہو۔ جو ہم بار بار اشتہار دیتے ہیں اور لوگوں کو تجربہ کے لئے بُلاتے ہیں بعض لوگ ہم کو دوکاندار کہتے ہیں۔ کوئی کچھ بولتا ہے کوئی کچھ۔ غرض ان بھانت بھانت کی بولیوں کو سُنکر جو ہر ملک میں، جو اس دُنیا پر آباد ہے۔ ہم پھر بھی یورپ، امریکہ وغیرہ میں اشتہار دیتے ہیں اس کی غرض کیا ہے۔ ہماری غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں تاکہ لوگوں کو اُس خدا کی طرف رہنمائی کریں جسے ہم نے خود دیکھا ہے۔ سُنی سُنائی بات اور قصہ کے رنگ میں ہم خدا کو دکھانا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم اپنی ذات اور اپنے وجود کو پیش کر کے خدا تعالیٰ کا وجود منوانا چاہتے ہیں یہ ایک سیدھی بات ہے۔ خدا تعالےٰ کی معرفت جس قدر کوئی قدم اٹھاتا ہے خدا تعالیٰ اس سے

ہماری غرض

زیادہ سرعت اور تیزی کے ساتھ اس کی طرف آتا ہے۔ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک معزز آدمی کا منظورِ نظر عزیز اور واجب التعظیم سمجھا جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا اپنے اندر اُن نشانات میں سے کچھ بھی حصہ نہ لے گا۔ جو خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور بے انتہا طاقتوں کا نمونہ ہوں۔

مقربانِ بارگاہِ الٰہی پر مخالفانہ حملے ہونے کی وجہ

یہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی تقاضا نہیں کرتی کہ اس کو ایسی حالت میں چھوڑے کہ وہ ذلیل ہو کر پیسا جاوے۔ نہیں بلکہ وہ خود وحدہٗ لاشریک ہے، وہ اپنے اس بندہ کو بھی ایک فرد اور وحدہ لاشریک بنا دیتا ہے۔ دُنیا کے تختہ پر کوئی انسان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہر طرف سے اس پر حملے ہوتے ہیں۔ اور ہر حملہ کرنے والا اس کی طاقت کے اندازہ سے بے خبر ہو کر جانتا ہے کہ میں اسے تباہ کر ڈالوں گا۔ لیکن آخر اُس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا بچ نکلنا انسانی طاقت سے باہر کسی قوت کا کام ہے۔ کیونکہ اگر اُسے پہلے سے یہ علم ہوتا تو وہ حملہ ہی نہ کرتا۔ پس وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے حضور ایک تقرب حاصل کرتے ہیں دُنیا میں [illegible] ہستی پر ایک نشان ہوتے ہیں بظاہر اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ہر ایک مخالف اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ میرے مقابلہ میں یہ بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ ہر قسم کی تدبیر اور کوشش کے نتائج اُسے یہیں تک پہنچاتے ہیں لیکن جب وہ اُس زد میں سے ایک عزت اور احترام کے ساتھ اور سلامتی سے نکلتا ہے تو ایک دم کے لئے تو اُسے حیران ہونا پڑتا ہے۔ کہ اگر انسانی طاقت کا ہی کام تھا تو اس کا بچنا محال تھا۔ لیکن اب اس کا صحیح سلامت رہنا انسان کا نہیں بلکہ خدا کا کام ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی پر جو مخالفانہ حملے ہوتے ہیں وہ کیوں ہوتے ہیں؟ معرفت اور گیان کے کوچہ سے بے خبر لوگ ایسی مخالفتوں کو ایک ذلت سمجھتے ہیں، مگر اُن کو کیا خبر ہوتی ہے کہ اس ذلت میں اُن کے لئے ایک عزت اور امتیاز نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور ہستی پر ایک نشان ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ وجود آیات اللہ کہلاتے ہیں"۔

(ملفوظات احمدیہ)

تین اہم سوالات کے جوابات

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

چمن بلوچستان سے ایک معزز دوست پوچھتے ہیں :-

س (۱) حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں کا انجام کیا ہوا ؟ اُن کے نام اور مختصر حالات لکھیں ؟

ج :- حضرت عثمان رضؓ کی شہادت ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا جس کا بانی عبداللہ بن سبا نامی ایک یہودی نژاد بظاہر مسلمان تھا۔ اسکی تکمیل کیلئے ابتداءً محمد بن ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کی ریش مبارک پکڑی، گستاخانہ کلمات کہے اسکے بعد کنانہ بن بشر نے آپکے سر پر لوہے کی سیخ ماری عمرو بن الحمق نے مسلسل کئی وار کئے اور آخر میں ایک شخص سودان بن حمران نے لپک کر آپ پر مسلسل تین بار تلوار سے حملہ کیا اور اُس وقت تک آپ کا گلا گھونٹے رکھا جبتک آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے مولائے حقیقی تک نہیں پہنچ گئی۔ سودان بن حمران تو اُسی وقت کیفرِ کردار کو پہنچا یعنی قتل کر دیا گیا، عبداللہ بن سبا کو خلافتِ علیؓ کے دور میں مدائن کی طرف جلا وطن ہونا پڑا (اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۲۹۶) ——— اور حضرت علیؓ نے اس کے بہت سے ساتھیوں اور حمایتیوں کو آگ میں جلوا دیا (دائرۃ المعارف) ——— لیکن تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمرو بن الحمق اور کنانہ بن بشر کو بھی یہی سزا ملی یا ان کا کسی اور رنگ میں عبرتناک انجام ہوا۔ باقی رہے محمد بن ابوبکرؓ سو انہیں امیر معاویہ کے گورنر مصر ابن خدیج نے حضرت عثمانؓ کی بے حرمتی کی پاداش میں قتل کر دیا تھا (ابنائے ابی بکر الصدیق مطبوعہ مکتبہ مصر صفحہ ۱۴۹)

س (۲) نیک لوگوں کے مخالفین کا انجام دنیا میں کیا ہوا۔ کیا اس مضمون کی کوئی مستقل کتاب آپ کے ہاں لکھی گئی ہے ؟

ج :- قرآن مجید میں گزشتہ انبیاء کے مخالفین اور ان کے بد انجام کا جس طرح مفصّل ذکر موجود ہے دنیا کی کسی مستند تاریخ میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا اس موضوع کیلئے سب سے قبل قرآن کی طرف رجوع ہونا چاہیئے اور پھر حدیث رسولؐ اور تاریخ اسلام کا مطالعہ۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی مشہور تالیفات مثلاً حقیقۃ الوحی اور تریاق القلوب میں بھی اس کا کافی مواد ہے۔ علاوہ ازیں جماعت احمدیہ کے بعض اہل قلم (شہزادہ عبدالمجیدؓ و قاضی محمد یوسف صاحب) نے "عاقبۃ المکذبین" کے نام سے دو مختصر کتابچے بھی شائع کئے ہیں۔

س (۳) کیا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سو کوڑوں والی آیت کے نزول کے بعد زنا کی سزا رجم دی گئی یا نہیں ؟

ج :- بعض محدثین نے یہ استدلال کیا ہے کہ سورہ نور کے نزول کے بعد بھی رجم کی سزا دی گئی ہے مگر جب قرآن جیسے مکمل ضابطۂ حیات میں زنا کی سزا صرف سو کوڑے لکھی ہے اور رجم کا کہیں اشارہ تک نہیں تو ایک محقق مسلمان یہ تصور تک نہیں کرسکتا کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نور کی واضح ہدایت کے بعد بھی قرآنی تعلیم کے سراسر خلاف رجم کی سزا جاری رکھی ہوگی۔ ہاں یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ جب تک سو کوڑوں والی آیت نازل نہیں ہوئی تھی آپ شریعت موسوی کی تعمیل میں زانی کے لئے رجم کی سزا ہی تجویز فرماتے تھے۔ (ان مباحث کی وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل زیر تفسیر سورہ نور صفحہ ۲۴۳ تا صفحہ ۲۵۹)

عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے

ایک مکالمہ

حشر کے دن جو مَیں حاضر ہوا خالق کے حضور ÷ داورِ حشر نے فرمایا کہ اے طالبِ نور!
دیکھ خود اپنی حکایاتِ عمل۔ طرزِ حیات
تیری میزانِ عمل میں نہ توازن نہ ثبات
ایسی خامی پہ گرفتار کروں یا نہ کروں ÷ تجھ کو دوزخ کا سزاوار کروں یا نہ کروں

~~~~~×~~~~~

عرض کی مَیں نے کہ اے فطرتِ انساں کے حکیم ÷ تُو ہے خود شاہد و نبّاضِ قدیر اور حلیم
میرا سرمایہ۔ مری سعیٔ عمل۔ میری حیات
تیری باریک نظر سے نہیں پنہاں کوئی بات
ہاں مگر جراٴتِ اظہار کروں یا نہ کروں ÷ مَیں بھی کچھ عرضِ دلِ زار کروں یا نہ کروں

~~~×~~~×~~~×~~~

مَیں نے پائی جو اجازت تو بہ صد درد کہا
اے مرے ابرِکرم! بحرِ کرم میرے خدا!
مَیں نے پائیں تیری اُلفت میں پناہیں اپنی
موڑ لیں دولتِ دُنیا سے نگاہیں اپنی
تیری خاطر تیری اُلفت کا طلب گار رہا
مَیں تو دنیا میں بھی دوزخ میں گرفتار رہا
اب یہاں بھی جو رہا ہجر کا وہ پہلا غلاف
یہ تو خود ہوگا ترے حُسنِ "توازن" کے خلاف
پس یہ لازم ہے کہ رحمت کو تو عام کرے
روح کی پیاس کو خود غرقِ مئے جام کرے

آئی آواز کہ اے بحر و چمن، دشت و جبل ÷ ایسے بندے کو مَیں خود پیار کروں یا نہ کروں

~~~×~~~×~~~×~~~
~~~

احباب کے خطوط

ایڈیٹر کی ڈاک

۱۔ مدینہ منورہ (حجاز) سے برادرم مکرم الحاج چودہری مسعود احمد صاحب خورشید آف کراچی لکھتے ہیں :-

"خاکسار اور میاں احمد گل صاحب پراچہ ۱۱ مئی کو بیت اللہ شریف پہنچے اور ۱۵ مئی ۱۹۶۰ء کو مدینہ منورہ آئے۔ آج واپس مکہ معظمہ جا رہے ہیں۔ ہر دو حرمین شریفین میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ، اسلام و احمدیت، آپ حضرات و جملہ صحابہ کرام، درویشان قادیان، جملہ مبلغین و مربیان و کارکنان احمدیت و جملہ احمدی احباب کے لئے دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید دعاؤں کی توفیق بخشے۔ آمین"

۲۔ جناب بشیر احمد صاحب رفیق بی۔ اے نائب امام مسجد لنڈن لکھتے ہیں :-

"آپ کا رسالہ مجھے یہاں تبلیغ میں بہت مدد دیتا ہے۔ کئی مضامین مثلاً "کیا اسمٰعیل ذبیح اللہ تھے؟" وغیرہ پر اکثر عیسائیوں سے گفتگو ہوتی ہے اور صرف الفرقان ہی ایسا رسالہ ہے جس میں اس قسم کا مواد چھپتا رہتا ہے"

۳۔ جناب ابو القاسم الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ تحریر فرماتے ہیں :-

"آپ نے رسالہ الفرقان کے کئی خاص نمبر شائع کئے ہیں اور بہت مقبول ہوئے ہیں۔ آپ ایک خاص نمبر **نماز** کے متعلق شائع کریں۔ جس میں نماز کی تاریخی حیثیت، اسلام سے پہلے کی نماز، نماز کے فضائل، نوافل، تراویح، نماز جمعہ، عیدین کی نماز کے متعلق سیر کن بحث ہو۔ یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل سے"

الفرقان :- دوسرے احباب بھی اس بارے میں مشورہ دیں۔!

۴۔ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم تعلیم وقف جدید تحریر فرماتے ہیں :-

"رسالہ الفرقان جون ۱۹۶۰ء میں آپ کا مضمون پاکستان میں تبلیغ ہدایت اور مسلمانوں کا فرض نظر سے گزرا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء"۔

۵۔ جناب تبسم قریشی ایڈیٹر "غازی" گجرات نے مکتوب $\frac{12}{59}$ ۱۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ :-

"اختلاف عقائد کے باوصف مجھے الفرقان کے علمی اور ادبی مضامین کو پڑھنے کا چسکا ہے۔ دسمبر کا پرچہ آج شام ملا۔ سب سے پہلے منظومات پر نظر ڈالی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پرحکمت باتیں بہت پسند آئیں۔ اکثر سعید روحیں اس نظم کو اپنا وظیفہ حیات بنائیں گی"

۶۔ جناب محمود رضوی صاحب منٹگمری سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"الفرقان گاہ گاہ مازاغ البصر بنتا رہتا ہے۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیراً۔ موجودہ دور میں اس کی قرآنی تفہیمات نہایت قابل قدر اور گرانمایہ ہیں۔ حقیقت ہے کہ مکمل و اکمل صحیفۂ آسمانی بنی نوع انسان کی جملہ عمرانی و اخلاقی اقدار کا زندہ جاوید معلّم ہے۔

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنه افهام الرجال

فتنۂ بہائیت کے انسداد کے لئے آپ کی مساعی جمیلہ نہایت درجہ اہم ہیں۔"

۷۔ جناب محمد صدیق صاحب گکھڑ سے لکھتے ہیں:۔

"آپ کا رسالہ پڑھا۔ اس قدر اہم رسالہ کی لکھائی چھپائی، ٹائیٹل پیج عمدہ اور دیدہ زیب چاہیئے۔ بے شک سالانہ چندہ زیادہ کردیں۔"

۸۔ جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری تحریر فرماتے ہیں:۔

"الفرقان کے اس شمارہ اور گزشتہ شمارہ میں آپ کے مضامین خصوصاً مباحثہ کی رپورٹ پڑھ کر تہ دل سے آپ کیلئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اب الفرقان کی کتابت اور طباعت بھی اچھی ہو رہی ہے۔ چند اوراق کی کتابت طباعت اتنی اچھی نہیں ہوتی۔ یہ کمی بھی امید ہے کہ پوری ہو جائیگی۔"

الفرقان۔ ہم مقدور بھر رسالہ کی کتابت و طباعت کو بھی بہتر کرنیکی کوشش کر رہے ہیں احباب توسیع اشاعت اور عمدہ مضامین کے ذریعہ امداد فرماتے رہیں۔

دو لطیفے

(۱) ایک نہایت لطیف جواب

محمد حنفیہؒ سیدنا علی المرتضیٰؓ کے فرزند عہد خلافت علیؓ میں سپہ سالار فوج تھے۔ اکثر لڑائیوں میں انہی کو جانے کا حکم ملتا تھا۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ کسی نے ان سے کہا "تمہارا باپ حسنؓ و حسینؓ کو کہیں نہیں بھیجتا اور تمہیں ہمیشہ موت کے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔ حضرت محمد حنفیہؒ نے نہایت برجستہ جواب دیا کہ:۔

"حسنین (علیہما السلام) میرے والد کی آنکھیں ہیں اور میں اپنے والد کا بازو ہوں۔ بازو اور آنکھ کے کام الگ الگ ہوتے ہیں۔"

(۲) ایک قابل غور اور لطیف سوال

ماہنامہ "پیام مشرق" لاہور سے ایک سوال کیا گیا کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں انبیاء کرام علیہم السلام نے شب معراج جو نماز ادا فرمائی تھی کیا وہ صرف ارواح نے ادا فرمائی یا کہ روح مع الجسد نے نماز ادا کی؟

مدیر "پیام مشرق" نے جواب دیا ہے کہ:۔

"شب معراج انبیاء علیہم السلام نے حقیقی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور انبیاء علیہم السلام روح مع الجسد زمین و آسمان میں جہاں چاہیں تصرف فرماتے ہیں ... تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی کیفیت ہے کہ وفات کے بعد انکی روحیں واپس جسم کی طرف آگئی ہیں۔"

(پیام مشرق جولائی ۶۰ء ص۵)

الفرقان: "تمام انبیاء" میں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں تو انکی وفات ثابت ہوگئی۔ نیز شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں انبیاء نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی تھی تو گویا حضرت عیسیٰ کا نزول بھی ہوچکا اب ہمارے علماء منتظر کس کے انتظار میں ہیں؟

قرآنِ کریم کا اسلوبِ بیان

مکرم جناب مولوی یحییٰ فضلی صاحب فاضل

(یہ مضمون تعلیم الاسلام کالج کی عربی سوسائٹی میں پڑھا گیا ـــــــ (ایڈیٹر))

قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تئیس۲۳ برس میں نازل ہوا۔ کبھی ایک آیت اور کبھی دو یا زیادہ آیات نازل ہوتی تھیں۔ آیات اور سورتوں کی ترتیب خدا تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ قرآن کریم کا نزول لفظاً لفظاً ہوا اور مستشرقین کے زعم کے مطابق یوں نہیں ہے کہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ صحابہ میں قرآن پاک کو حفظ کرنے کا رواج عام تھا البتہ حفاظت کے خیال سے بعض صحابہ لکھ بھی لیتے تھے۔ چنانچہ آج جو قرآن کریم ہمارے پاس ہے وہ بغیر کسی ایک شعشہ کی تبدیلی کے وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔

شاید مجھے یہ بتانے کی تو ضرورت نہیں کہ قرآن کریم عربی زبان کی پہلی باقاعدہ کتاب ہے لیکن اس سے کوئی صاحب یہ نتیجہ اخذ نہ کریں کہ میں قرآن کریم کی اوّلیت پیش کرکے اس پر اعتقاد کے اصولوں میں کسی قدر نرمی کی گزارش کروں گا۔ کیونکہ قرآن کریم پہلی کتاب ہونے کے باوجود اس بات کی بھی دعوے دار ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کی ہمسری کا دم نہیں بھر سکتی۔ چنانچہ اس نے چیلنج کیا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

کہ اگر تمہیں اس کلام کی بڑائی اور صداقت میں شبہ ہے تو اس جیسا کلام تو بنا لاؤ۔ اور ہاں اس امر کی بھی اجازت ہے کہ اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ شامل کر لو۔

ممکن ہے بہت سے دوستوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ اس میں تو قرآن کریم کے مضامین اور پیشگوئیوں اور علمی خزائن کے مقابلہ کی دعوت دی گئی ہے فصاحت و بلاغت کے لئے دعوت دینا کہاں سے نکلتا ہے؟ میں نہایت مؤدبانہ گزارش کروں گا کہ جب کسی کتاب کے مقابل کتاب لانے کی دعوت دی جائے تو اس میں صرف ویسے مضامین کے مقابل پر مضامین لانے کا مفہوم ہی نہیں سمجھا جائے گا بلکہ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ یہ مضامین کس سانچے میں ڈھال کر پیش کئے گئے ہیں۔ کیونکہ مضامین کی بلندی اور باریکی کے ساتھ اگر ویسی ہی زبان اور اسلوب بیان میسر نہ آئے تو کتاب کا حسن ختم ہو کے رہ جاتا ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ بلند مضامین اور نکات و معارف خوبصورت اور عمدہ زبان کے سوا بیان کئے ہی نہیں جا سکتے اور قرآن کریم کی زبان کے فصیح و بلیغ ہونے کا تو دعویٰ خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ سورۃ یوسف میں فرمایا:-

إِنَّآ أَنزَلْنَـٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے یہ قرآن عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ لغت میں عربی کے معنے زبان کا ہر نقص سے پاک ہونا اور خوب واضح ہونا لکھا ہے۔

دوسری جگہ یہ دعویٰ اِن الفاظ میں آیا ہے:-

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُۥ بَشَرٌ لِّسَانُ ٱلَّذِى يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِىٌّ وَهَـٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِينٌ ○

یعنی ہم یقیناً جانتے ہیں کہ کفار کہتے ہیں کہ اسے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) کوئی شخص سکھاتا ہے۔ مگر وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ شخص جس کی طرف وہ سکھانا منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور قرآن کریم کی زبان عربی مبین ہے۔

اس آیت میں قرآن کریم نے نہایت واضح الفاظ میں اعجازِ فصاحت و بلاغت کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے عَرَبِی کے معنوں میں انتہائی فصاحت کا مفہوم داخل ہے اور اس پر اسے مبین کہہ کر اس کے کمالاتِ فصاحت و بلاغت اور معانی کی وسعت اور تمام لسانی خوبیوں کو جمع کر دیا ہے۔ گویا قرآن مجید اس امر کا مدعی ہے کہ اس کی زبان کمالاتِ فصاحت و بلاغت سے پُر ہے۔

جب قرآن کریم کا اپنا دعویٰ فصاحت و بلاغت موجود ہے اور پھر اس کا چیلنج ہے کہ اس جیسا کلام کوئی انسان نہیں لاسکتا تو پھر میں آپ سے انتقاد کے اصولوں کو نرم کرنے کی درخواست ہرگز نہیں کروں گا لیکن اس موقعہ پر یہ یاد دلانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اگر قرآن کریم انتقاد کے تمام اصولوں پر پورا اترے اور باوجود اس حقیقت کے کہ وہ عربی کی پہلی کتاب ہے کوئی اور کتاب اس کا مقابلہ نہ کرسکے تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ معجز انہ کلام ہے اور انسانی دست بُرد سے بالا ہے۔

قرآن کریم کو از خود پرکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کا ردّ عمل معلوم کیا جائے جو اس کے اولین مخاطب تھے۔ قریش مکہ اور پھر عرب کے دوسرے قبیلے قرآنِ پاک کے سب سے پہلے مخاطب ہیں۔ اُن لوگوں کو اپنی زباندانی اور فصاحت و بلاغت پر جس قدر ناز تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ انہوں نے غیر عربوں کا نام ہی عجمی رکھ چھوڑا تھا۔ جس کے معنے غیر فصیح ہیں۔ ان کی نظر میں صرف عرب ہی فصیح و بلیغ قوم تھی۔ چنانچہ اپنے حسب و نسب اور بہادری کے ساتھ ساتھ جس چیز پر فخر کرتے تھے وہ ان کی فصاحت و بلاغت تھی۔ اس لئے وہ لوگ واقعی اِس بات کا فیصلہ کرنے کے حقدار ہیں کہ قرآن کریم کا مقام کیا ہے۔ اور پھر اگر اُن کا فیصلہ قرآن کے حق میں ثابت ہو جائے تو اس کی عظمت اس وجہ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ لوگ مسلمان نہ تھے تا کہا جاسکے کہ اعتقاد کے باعث یہ رائے دے رہے ہیں بلکہ وہ کافر اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے اس لئے ان کی رائے کا قرآن کے حق میں ہونا قرآن کی بہت بڑی فتح متصور ہوگی۔

عتبہ بن ربیعہ قریش کا بڑا صاحب اثر و رسوخ شخص تھا۔ ایک مرتبہ اہل قریش نے مشورہ کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے تا وہ روپے پیسے کا لالچ دیکر آپ کو دعوتِ اسلام سے روک دے۔ اس نے آپ کے پاس جا کر اپنا مدّعا عرض کیا۔ آپ نے اُسے حٰمٓ۔ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَـٰنِ الرَّحِيمِ کا کچھ حصّہ تلاوت کر کے سُنایا۔ اور پوچھا کہ اے ابو الولید! کیا اب بھی تم اپنے پُرانے خیال پر جمے ہوئے ہو؟ عتبہ خاموشی سے لوٹ آیا۔ ارباب مجلس نے جب اس سے پوچھا کہ کیا بیتی تو اُس نے کہا "خدا کی قسم میں نے ایک ایسا کلام سُنا ہے کہ اس جیسا آج تک

نہ سُنا تھا۔ بخدا یہ کلام ہرگز ہرگز نہ شعر ہے نہ کوئی جادو اور نہ کسی کاہن یا نجومی کا قول ہے۔ اے قریش! تم میری بات مانو۔"

ولید بن مغیرہ بڑا فصیح و بلیغ انسان تھا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ سُنانے کی درخواست کی۔ آپ نے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ والی آیت سُنائی۔ ولید اس درجہ متاثر ہوا کہ دوبارہ تلاوت کرنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے دوسری بار سُنایا تو کہنے لگا "خدا کی قسم اس کلام میں کچھ اور ہی شیرینی ہے۔ اس میں ایک نئی تازگی ہے۔ اس نخل کا اعلیٰ حصہ ثمردار ہے اور اس کا زیریں مضبوط تنا ہے۔ کوئی انسان اس جیسا کلام نہیں کرسکتا۔" جب ابوجہل کو اس طرح ولید کے متاثر ہونے کا علم ہوا تو بھاگا ہوا اس کے پاس گیا اور ماجرا پوچھا۔ ولید نے کہا۔ شعر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا مگر یہ شعر نہیں۔ اور ہم کاہنوں سے بھی ناواقف نہیں ہیں۔ یہ کہانت بھی نہیں ہے اور یہ کذب بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس شخص نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس پر ابوجہل نے اصرار کیا تو تم اس کی نسبت کوئی بات ایسی ضرور کہو کہ قریش آپ سے متنفر ہوں۔ اس نے کہا یہ تو سحر ہے جو ایک شخص کو اس کے اہل و عیال سے جُدا کر دیتا ہے۔

ولید نے قرآن کریم کے شعر نہ ہونے کا اقرار کرکے بتایا کہ یہ کلام شعر کی لطافتوں سے بھی بالاتر ہے۔ کاہن غیب گوئی کے دعویدار تھے اور ان کی پیشگوئیوں کی زبان سے سب واقف تھے۔ ولید نے یہ کہہ کر کہ یہ کہانت نہیں ہے قرآن کریم کی اس اعجازی قوت کا اعتراف کیا ہے جو اس کی پیشگوئیوں کا ایک مقتدرانہ رنگ ہے۔ اور پھر اس کا یہ کہنا کہ یہ سحر ہے جو ایک شخص کو اس کے اہل و عیال سے جُدا کر دیتا ہے اتنا بڑا خراج تحسین ہے جو شاید ہی کسی اور کتاب کو ادا کیا گیا ہو۔ قرآن واقعی انسان کو ایسا متاثر کر دیتا ہے کہ اس کے بعد انسان اس کے مقابل نہ اولاد کی پرواہ کرتا ہے اور نہ بیوی کی اور نہ مال و منال کی۔ گو اسے سحر کہنا درست نہیں۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے کسی سے قرآن کریم کی آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ سُنی تو فوراً سجدہ میں گر گیا۔ کہنے لگا میں نے اس وقت اس کلام کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہوکر سجدہ کیا ہے۔

ایک اور اعرابی کا واقعہ آتا ہے جس نے اس آیت فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا کو سُن کر کہا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق اس جیسا کلام کرنے پر قادر نہیں۔

ایک روایت آتی ہے کہ قریش کے تین سردار جو ایک دوسرے سے بڑھ کر فصیح و بلیغ تھے یعنی ولید بن مغیرہ، اخنس بن قیس اور ابوجہل بن ہشام ایک رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوٹھڑی کے باہر بیٹھے قرآن سُنتے رہے۔ حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ صبح جاتے ہوئے انہوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی کہ اگر تمہیں اس طرح سُنتے ہوئے کوئی دیکھ لے اور سُننے لگ جائے تو دیکھتے دیکھتے سارا مکہ مسلمان ہوجائے گا اس لئے پھر اس طرف رُخ نہ کیا جائے لیکن دوسری رات تینوں پھر اسی جگہ پہنچ گئے اور قرآن سُنتے رہے۔ اب کے انہوں نے ایک دوسرے کو قسم دی کہ پھر ایسی حرکت نہ کریں گے۔ جب دن چڑھا تو ولید بن مغیرہ اخنس بن قیس کے پاس گیا اور پوچھا کہ تم نے جو کچھ سُنا ہے اسکے بارے میں کیا رائے ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ہم شیخ ادمی ہے اور کعبہ کا انتظام ہے اور پانی پلانے کی خدمت ہے۔ اب قریش کہتے ہیں ہم میں نبی بھی ہے جس پر وحی اترتی ہے۔ میں اُسے نہیں مان سکتا۔" ان لوگوں کو محض بغض و عناد نے روک رکھا تھا ورنہ وہ قرآن کی عظمت کے قائل تھے چنانچہ اسی خوف کے باعث کہ کہیں لوگ قرآن کو سُن کر مسلمان نہ ہوجائیں کہا کرتے تھے کہ قرآن کو مت سُنو اور جب پڑھا جارہا ہو

توتم شور مچاؤ کہ شاید اسی طرح اس کے اثر سے بچے رہو۔

خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا باعث قرآن کریم کی ہی آیات ہوئی تھیں۔ اور ایک آدھ واقعہ نہیں، اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن کے بیان کی اس وقت گنجائش نہیں ہے۔

قرآن کریم کے بارہ میں یہ ردِّ عمل ان عربوں کا تھا جو شعر و ادب کے بادشاہ تھے۔ وہ لوگ اپنے مخالف قبیلہ کے شاعر کے کلام کا ایک ایک لفظ پرکھتے تھے۔ اُن کے ہاں طریق تھا کہ میلوں کے موقعہ پر شاعر اپنے قبیلہ کی بہادری، جرأت اور فصاحت کی تعریف میں اشعار پڑھتا۔ دوسرے قبائل کے نقاد اس کے ایک ایک شعر کا بہت کڑا محاسبہ کرتے۔ جو جیت جاتا اس کے اشعار میلہ سے واپس جانے والے لوگ ساتھ لے جاتے اور پھر چند ہی دنوں میں وہ اشعار عرب کے بچے بچے کی زبان پر ہوتے تھے۔ میں یہاں ایک واقعہ کا ذکر کروں گا تاکہ آپ کو اندازہ ہوسکے کہ یہ محاسبہ کس درجہ کڑا ہوتا تھا۔ حسان بن ثابت عکاظ کے میلہ میں یہ اشعار پڑھتے ہیں ؎

لنا الجَفَنَاتُ الغُرُّ یلمَعْنَ بالضُّحیٰ
وأَسیافُنَا یَقْطُرْنَ من نجدۃٍ دَمًا
ولدنا بنی العنقاءِ وابنیْ مُحَرِّقٍ
فَاَکْرِمْ بِنَا خالًا واکرم بنا ابنما

دوسرے قبیلہ کی شاعرہ خنساء نے للکارا کہ تم نے ان دو شعروں میں آٹھ جگہ پر ٹھوکر کھائی ہے۔ حسان نے پوچھا کہ وہ کون کون سے مقامات ہیں؟ خنساء نے کہا۔ گنتے چلو۔ تم نے کہا ہے لنا الجفنات اور جفنات دس سے کم کو کہتے ہیں۔ تم نے ایک ایسا لفظ رکھا ہے جو تمہارے مطلب کو ادا نہیں کرتا۔ تمہیں "الجفان" کہنا چاہیئے تھا تا تعریف سمجھی جاتی۔ پھر تم نے کہا ہے "الغر" اور غرّہ صرف اس سفیدی کو کہتے ہیں جو پیشانی پر ہوتی ہے۔ اگر تم البیض کہتے تو مناسب تھا۔ کیونکہ اس کا مفہوم زیادہ وسیع ہے۔ پھر تم نے کہا ہے یلمعن اور لمع اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی اور چیز کے بعد آئے۔ اگر تم یشرقن کہتے تو درست ہوتا۔ کیونکہ اشراق، لمعان سے زیادہ دیرپا ہوتا ہے۔ پھر تم نے کہا ہے بالضحیٰ اگر تم بالعشیۃ کہتے تو مدح کے اعتبار سے زیادہ عمدہ ہوتا۔ کیونکہ مہمان اکثر رات کو آیا کرتے ہیں۔ تم نے کہا ہے اسیافنا اور یہ دس سے کم کے لئے مستعمل ہے۔ جو کسی طرح مدح نہیں کہلا سکتی۔ تم سیوفنا کہتے تو کوئی بات بھی ہوتی۔ تم نے کہا ہے یقطرن جو قلتِ قتل پر دلالت کرتا ہے۔ اگر تم یجرین کہتے تو زیادہ مناسب تھا۔ کیونکہ اس میں زیادہ خون بہنے کا مفہوم ہے۔ تم نے کہا دَمًا حالانکہ دِمَاء کہنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس میں زیادتی پائی جاتی ہے۔ تم نے اس قبیلہ پر فخر کیا ہے جس کے تم رشتہ دار بنتے ہو حالانکہ فخر تو اپنے آباؤ اجداد پر کرنا چاہیئے۔

اس ایک واقعہ سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ عرب کس درجہ سخت ناقد تھے۔ وہ ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف پر انتقاد سے ذبح کئے تھے۔ اگر سارے قرآن میں ایک لفظ بھی ایسا آجاتا جو کسی وجہ سے فصاحت و بلاغت سے گرا ہوا ہوتا تو عربوں کی تنقیدی طبیعت کے پیشِ نظر میں کہہ سکتا ہوں کہ عرب سارے قرآن کو محض اس ایک لفظ کی وجہ سے اٹھا کے الگ رکھ دیتے۔ وہ لوگ زبان کی لاکھ خوبیوں کو صرف ایک غلطی پر قربان کردینے والے تھے۔ لیکن اُن کا قرآن کو سن کر کلمۂ شہادت پڑھنا تو ضرور ثابت ہے البتہ یہ ثابت نہیں کہ کسی کو اس پر ادبی لحاظ سے اعتراض کی جرأت ہوئی ہو۔ آخر کیا وجہ ہے کہ عرب کے نامی گرامی شاعروں کے چراغ اس کلام کے سامنے گل ہوگئے۔ قرآن کریم کے نزول کے وقت عرب میں ایک سے ایک بلند پایہ شاعر اور خطیب موجود تھے جنہیں اپنی زبان دانی پر ناز تھا۔ اپنی فصاحت و بلاغت

پر فخر اور اپنے ذوقِ شعری پر غرور تھا۔ حضرت لبید عرب کے مشہور شاعر گزرے ہیں۔ آپ کا ایک قصیدہ سبعہ معلقہ میں بھی شامل ہے۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو شعر کہنا ترک کر دیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے شعر سُنانے کی فرمائش کی تو آپ نے جواب دیا جب خدا نے مجھے بقرہ اور آل عمران سکھائی ہے تو اب شعر کہنا میرے لئے موزوں نہیں ہے۔

علم فصاحت و بلاغت نزولِ قرآن تک مدوّن نہ ہوُا تھا۔ یہ سب قرآن کریم کی برکت ہے کہ یہ علم آج مدوّن صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے لیکن اسکے باوجود عربوں کے ہاں فصاحت و بلاغت کا ذوقی لحاظ سے ایک خاص معیار قائم ہو چکا تھا۔ وہ علمی اصطلاحات سے بیشک ناواقف تھے تاہم اِس بات سے ضرور واقف تھے کہ فصیح و بلیغ کلام ایک بار دل کے تاروں کو جھنجھنا دیتا ہے وہ ایک ایسی کیفیت نشاط پیدا کرتا ہے جو ایک سرور اور نشہ کا رنگ رکھتی ہے۔ جس طرح موسیقی کی کوئی زبان نہیں لیکن وہ رُوح کی پہنائیوں میں اُتر جاتی ہے اسی طرح زبان کی چاشنی ایک نظر نہ آنے والی چیز ہے جو دل کے رونیں رونیں میں اُتر کر ایک سرور پیدا کر دیتی ہے جس سے انسان جھوم جھوم اُٹھتا ہے۔

یوں تو چودہ سو سال سے اپنے اور بیگانے قرآن کریم کی وجۂ اعجاز معلوم کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے لاتعداد وجوہات تلاش کی ہیں لیکن ہم وقت کی کمی کے پیشِ نظر صرف چند ایک پر بحث کریں گے۔

کسی کلام کی سب سے بڑی خوبی اس کا اختصار کہی جا سکتی ہے لیکن ایسا اختصار جس میں اس کا مضمون خبط نہ ہو جائے بلکہ طول طویل کلام اس پر قربان ہو۔ اس طرح جہاں کلام میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے وہاں اس کے علوِ مرتبت پر بھی دلالت ہوتی ہے۔ قرآن کریم اِس میدان میں اتنا آگے ہے کہ بڑے سے بڑا دشمن اس کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ بعض اوقات ایک آدھ فقرہ بلکہ ایک آدھ کلمہ میں معانی کا ایک سمندر سمویا ہوُا ہے۔

اِس آیت پر غور فرمائیے :۔ لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ اِن دو کلمات کے اندر شراب کے جملہ عیوب بیان کر دیئے ہیں۔ يُنْزِفُوْنَ کے اندر عقل کے جاتے رہنے مال کے لُٹ جانے اور شراب کے ختم ہو جانے کے مضامین جمع ہیں۔ یہاں شرابِ جنّت کی تعریف ہے اور بتایا ہے کہ اس میں نہ تو یہ نقص ہوگا کہ انسان کی عقل پر چھا جائے اور اسے مدہوش بنا دے اور نہ یہ خرابی ہوگی کہ مال و دولت اس کے رستہ میں خرچ ہو جائے اور نہ شراب کے اس ذخیرے میں کبھی کمی آئے گی۔ اور یہی چیزیں دُنیا کی شراب کے رذیل پہلو ہیں۔

اسی طرح اِس آیت پر غور فرمائیے :۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ ۔ اس میں قصاص لینے پر یہ کہہ کر اُبھارا ہے کہ قصاص لینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسانی جان محفوظ ہو جائے گی۔ اس سے قبل عرب کہا کرتے تھے :۔ اَلْقَتْلُ اَنْفٰى لِلْقَتْلِ ۔ یعنی قتل قتل کو روکتا ہے لیکن اس کلمہ میں لفظ قتل کے تکرار کے باعث خوبصورتی نہ تھی دوسرے اس میں قتل برائے بدلہ کی وضاحت نہ تھی۔ جب عربوں نے قرآن کی یہ آیت سُنی تو انگشت بدنداں رہ گئے اور انہوں نے تسلیم کیا کہ ہمارے فقرہ سے یہ آیت بدرجہا بہتر اور واضح ہے۔ کیونکہ اس میں حیاۃ کا لفظ رکھ کر قصاص پر تحریص دلائی گئی ہے۔ اور پھر لفظ قصاص رکھ کر اسکے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور پھر حیاۃ کو اسکی عظمت کے پیشِ نظر نکرہ لائے ہیں۔

جنّت میں رہنے والوں کے بارہ میں فرمایا :۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اس میں تمام قسم کے خوف اور ڈر سے نجات کا وعدہ کیا ہے جو اطمینانِ قلب کے وعدہ پر حاوی ہے۔ کیونکہ انسان کو خوف اور حُزن سے زیادہ اور

کوئی چیز تکلیف نہیں دیتی ۔ حُزن سابقہ یا حالی کا غم ہوتا ہے اور خوف مستقبل کے ڈر کو کہتے ہیں ۔ ان دو لفظوں میں تمام قسم کے گزشتہ ، موجودہ یا آئندہ غموں سے نجات کا مفہوم سمو دیا ہے ۔

قرآن کریم اِسی قسم کی امثلہ سے بھرا پڑا ہے ۔ گزشتہ چودہ سو سال سے مفسرین اس کے نکات و معارف کی چھان بین میں لگے ہوئے ہیں اور قیامت تک لگے رہیں گے لیکن یہ خزانہ کبھی ختم نہ ہوگا ۔

دوسری اہم صفت **کنایہ** قرار دی گئی ہے جو بلاغت میں حُسن پیدا کرتی ہے ۔ قرآن کریم اِس سلسلہ میں بھی سرِفہرست ہے ۔ کنایہ کی ضرورت اس لئے ہے کہ بعض ایسے مضامین جو شاید واضح الفاظ میں تہذیب سے گرے ہوئے متصوّر ہوں نہایت اطمینان سے بیان کئے جا سکتے ہیں ۔ ظاہر ہے قرآن کریم میں جو شریعت کی کتاب ہے تمام ایسے احکام کا آنا ضروری تھا جن پر عمل کر کے لوگ فواحش سے بچ جائیں ۔ اس لئے کنایات لابدی تھے ۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ کا یہ قول اسی قبیل سے ہے ، وَ
قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۔
اس سے مراد فروج ہیں ۔ اِسی طرح یہ قول ہے : اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ ۔ اس میں جماع کا کنایہ ہے ۔

کنایہ کی ایک اور قریبی صفت **تعریض** ہے ۔ اس میں مبالغہ مقصود ہوتا ہے ۔ جیسے اِس قول میں ہے ، قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ آگ کس درجہ جلا دینے والی چیز ہے ۔ یہاں پر بتایا کہ جہنم کی آگ اور بھی زیادہ جلا دینے والی ہوگی ۔ ایک آیت اِس طرح آتی ہے : اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔
اس میں کفار کو گویا عقل و دانش سے عاری قرار دیا ہے ۔

تیسری اہم صفت **حکم و امثال** کا بیان ہے ۔ اس کے متعلق مجھے کسی تشریح کی ضرورت نہیں اس سے قرآن بھرا پڑا ہے ۔

ماہرینِ بلاغت نے متفقہ طور پر قرآن کریم کو ان تمام صفتوں کے لئے نمائندہ کتاب کا درجہ دیا ہے لیکن قرآن کریم کی خوبی اِسی پر ختم نہیں ہو جاتی ۔ اس کی خوبصورتی کا راز تالیف کلام میں ہے ۔ یعنی عمدہ کلمات کے انتخاب ، خوبصورت ترتیب اور سب سے بڑھ کر ایک ایک لفظ کے مقتضائے حال کے مطابق ہونے میں ۔

قرآن کریم نے خود یا مسلمانوں نے کبھی بھی یہ تسلیم نہیں کیا کہ قرآن قصے کہانیوں کی کتاب ہے ۔ کفار نے اس پر یہ لیبل لگانا چاہا ہے ۔ تاہم مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جہاں جہاں کسی قدیمی واقعہ کا ذکر آیا ہے قرآن کریم نے اس کی خوبصورتی کے تمام مراحل نہایت عمدگی سے طے کئے ہیں ۔ مکالمہ شروع ہوتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام کردار ہمارے سامنے موجود ہیں اور خود بول رہے ہیں ۔ اختصار قرآن کی ایک خاص خوبی ہے ۔ چنانچہ مستشرقین اس امر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ بائبل سے بہت کم ضخامت کی اس کتاب میں اُس سے کہیں زیادہ مضامین بیان کئے گئے ہیں ۔ واقعات نہایت اختصار کے ساتھ بیان ہوئے ہیں ۔ تاہم ڈاکٹر ہٹی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ واقعات صرف کہانی کے طور پر پیش نہیں کئے گئے بلکہ اخلاقیات سکھانے اور یہ بتانے کی غرض سے بیان ہوئے ہیں کہ خدا تعالےٰ نیکوں کو انعام دیتا آیا ہے اور بُروں کو سزا ۔ اس کے باوجود قرآن قصص کے بیان میں نہایت کامیاب ہے ۔ کہانی کا تسلسل ، مکالمات کی خوبی ، کرداروں کا تجزیہ اور ماحول کا بیان اتنا متناسب ہے کہ کوئی ناقد حرف گیری کی جرأت نہیں کر سکتا ۔

مَیں آپ کو فصاحت و بلاغت کی اصطلاحات کی دشوار گزار راہوں میں نہیں گھسیٹوں گا بلکہ قرآن کریم کی تالیف کی خوبی کو ایک عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا ۔ آپ یہ تو جانتے ہیں کہ کلام تین چیزوں سے ترکیب پاتا ہے ۔

اوّل حروف سے جو در اصل آوازیں ہیں۔ دوم کلمات سے جو اُن حروف کے ملنے کا نام ہیں۔ سوم جملوں سے جو کلمات کے ایک خاص ترکیب و ترتیب میں ملنے سے بنتے ہیں۔ گویا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی جزو حروف ہیں کیونکہ وہی کلمات اور پھر جملوں کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ ہم بتا چکے ہیں کہ حروف در اصل آوازیں ہیں۔ الف ہم نے ایک آواز کا نام رکھ لیا ہے جو آ ہے۔ اور ب در اصل بآ کا ذاتی نام ہے پس کسی کلمہ کی خوبصورتی کا انحصار اِس امر پر ہوگا کہ اس کے حروف آپس میں کوئی مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حروف کی آوازوں کے قدرتی میل سے خوبصورت کلمات ترکیب پائیں گے۔ خوبصورت اور متناسب کلمات میں حروف کی آوازیں اپنے مخارج اور قدرتی بہاؤ کے باعث ایک موسیقی کا تاثر پیدا کرتی ہیں۔ کیونکہ باہم لگاؤ اور باقاعدہ اور حسین امتزاج سے ایک خوبصورت نغمگی پیدا ہوتی ہے۔

یوں تو عربی زبان میں بنیادی طور پر یہ خوبی موجود ہے کہ اس کے کلمات اِس درجہ آپس میں رچے ہوئے ہیں کہ دُنیا کی اور کوئی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن مصنف کا کمال یہ ہوگا کہ وہ ان الفاظ میں سے بھی اعلیٰ پایہ کے الفاظ چُنے تاکہ اس کا کلام درجۂ اولیٰ میں شمار ہو سکے۔ اور یہی قرآن کریم کی خوبی ہے۔ عرب اِس راز سے ناواقف تھے۔ جب انکے سامنے قرآن پڑھا گیا تو اُنہوں نے دیکھا کہ حروف آپس میں شدید میل رکھتے ہیں اور ان کی صوتی مناسبت حیرت انگیز ہے اور ان اصوات نے مل کر جملہ کو نہایت درجہ چُست اور خوبصورت بنا دیا ہے۔ چنانچہ معدودے چند جن لوگوں نے قرآن کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی انہوں نے اپنے کلام میں یہ خوبی پیدا کرنے کے لئے لاکھ سر پٹکا لیکن اِس معراج کو نہ پا سکے۔

قرآن کے لفظ میں ہی اِس طرف اشارہ موجود ہے کہ یہ کلام پڑھا جانے والا ہے۔ گویا اس میں ایسی موسیقیت موجود ہے کہ سُننے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بیان کی خوبصورتی جو دلوں کو موہ لیتی ہے وہ در اصل صوتی ہی ہُوا کرتی ہے۔ کبھی آواز کا کھینچنا، کبھی اس میں شدت پیدا کرنا، کبھی نرمی اور دھیما پن، کبھی آواز کی بلندی اور جلال، کبھی غنّہ اور کبھی شوکت و عظمت، یہی کلام کی خوبصورتی ہے۔ اِسی باعث تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مضبوط دل پگھل گئے اور حضرت لبید رضی اللہ عنہ جیسے شاعروں نے شعر کہنا ترک کر دیا۔ اگر آپ فصحاءِ عرب کے کلام کو قرآن کریم کی تلاوت کے انداز میں پڑھیں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ وہ لچک اور موسیقیت سے قطعاً عاری ہیں۔ اس میں حروف کا کوئی قدرتی جوڑ نہیں۔ کلمات کا رکھ رکھاؤ نہیں۔ یہاں پر ہمیں قرآن کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم کی یہی خوبی تھی جس نے اپنے بعد آنے والے مسلم بلغاء کے اندر لغوی موسیقی کا صحیح ذوق پیدا کر دیا۔ اُن کو وسعتِ نظر عطا کی۔ اُن کی زبان میں ایک نئی چاشنی بھر دی اور اُن کی شاعری کو ایک نیا بانکپن دیا۔ میں اِس امر کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ اسلام نے شعر و شاعری کی حوصلہ افزائی نہیں کی اور اسے اصل مرتبہ سے گرا دیا۔ در اصل قرآن کی عظمت کے باعث ان کی زبانیں گُنگ ہوگئی تھیں اور انہوں نے اس اسلوب کو اپنانا اپنا فرضِ اوّلین قرار دے لیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر ان کی کھوکھلی شاعری ایک جاندار شاعری کا رُوپ دھار لیتی ہے۔ قرآن نے انہیں دقّتِ نظر عطا کی، احساس کی لذّت سے آشنا کرایا اور ایک نیا وجدان اور نیا ذوقِ شعری بخشا۔ چنانچہ ابن خلدون جس کی نظر کی گہرائی کا یورپ بھی معترف ہے نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں کے اندر ایک ایسا ذوق پیدا کر دیا تھا جس کے باعث ان کا کلام جاہلیت کے شعراء و خطباء سے کہیں بلند ہے۔ حسان بن ثابت، عمر بن ابی ربیعہ،

حطیئہ، جریر، فرزدق، بشار، اور اموی اور عباسی دور میں جو ستھرا مذاقِ شعری ملتا ہے وہ نابغہ، عنترہ، ابن کلثوم، زہیر، علقمہ بن عبدہ اور طرفہ بن العبد کے ہاں کہاں ہے؟ وجہ ظاہر ہے کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ کتاب نے ان کی زبانوں کو جلا بخشی، ان کے وجدان کو نور دیا اور ان کے اذہان کو روشن کر دیا۔

عربی زبان میں یہ خوبی ضرور ہے کہ الفاظ میں تناسب کا عنصر دوسری زبانوں سے زیادہ پایا جاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی جگہ بھی ایسی صورتِ حال پیدا نہیں ہوتی کہ حرکاتِ ثقل کا باعث بن جائیں۔ ایک آدھ نہیں، بیسیوں مقامات ایسے بھی آتے ہیں لیکن قرآن کا کمال ملاحظہ ہو کہ ایسی ترکیب استعمال کی جاتی ہے کہ بادی النظر میں ثقیل کلمہ زبان پر آتے ہی انتہائی آسان اور پیارا بن جاتا ہے بلکہ اس میں ایک شانِ نغمگی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کلمہ النُّذُر کو لے لیجئے۔ نون اور ذال دونوں پر ضمہ آنے کی وجہ سے کلمہ ثقیل ہو گیا ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ اس طرح استعمال ہوا ہے۔ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ملاحظہ فرمائیے، کتنی پیاری ترکیب میں اسے لائے ہیں۔ لقد کے دال اور بطشتنا کے ط پر قلقلہ پھر ط کے بعد سے تماروا کی واو تک متواتر فتحہ چل رہا ہے اور آخر میں مدلے آئے تاکہ آگے آنے والے ضمہ کا ثقل دور ہو جائے۔ اس طرح زبان کو ضمہ کے ثقل کے لئے غیر محسوس طور پر تیار کر لیا۔ پھر فتماروا کے واو پر غور فرمائیے جو النذر کے واو کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ اسی طرح غنہ قابلِ توجہ ہے جو طا سے قبل رکھا گیا۔ پھر میم اور ذال سے قبل دوسرا غنہ موسیقیت کا ایک جہان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس طرح اس نہایت مشکل مقام سے قرآن کریم نہایت کامیابی سے عہدہ برآ ہوا۔

قرآن کریم میں بعض ایسے الفاظ آتے ہیں جو اتنے لمبے ہیں کہ عام کلام میں ان کا ثقیل ہونا لازمی تھا لیکن قرآن کریم نے انہیں اس طرح سمویا ہے کہ ان الفاظ میں ایک نرالی شان پیدا ہو گئی ہے مثلاً لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ۔ یہ کلمہ دس حروف پر مشتمل ہے لیکن مخارجِ حروف کے تنوع اور حرکات کے مناسب اور ملائم ہونے کی وجہ سے یہ کلمہ نہ صرف یہ کہ گوارا ہو گیا بلکہ قرآن کے خوبصورت کلمات میں سے گنا گیا ہے۔ حرکات نے اسے اس طرح بنا دیا ہے۔ گویا یہ چار کلمات ہیں۔ اسی باعث اس میں نغمگی پیدا ہوتی۔

قرآن کریم میں ایک لفظ ایسا عجیب آیا ہے جس کے بارے میں تمام علماء لغت متفق ہیں کہ موجودہ ترکیب کے سوا اور کسی بھی ترکیب میں آتا تو رَچ نہ سکتا۔ قرآن کا کمال ملاحظہ ہو کہ اسے ایسی ترکیب میں لائے کہ بیگانے تک عش عش کر اٹھے۔ فرمایا وتِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ سورہ نجم میں یہ آیت ہے جہاں پر عربوں کے اصنام کا ذکر کیا اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے ملائکہ کو بنات اللہ قرار دیا ہے۔ اس پر بطور تحکم فرمایا: الکم الذکر ولہ الانثیٰ ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ ماہرینِ لغت نے یہاں پر ایک عجیب نکتہ پیدا کیا ہے۔ انہوں نے کہا خدا تعالےٰ نے کفار کے اس عجیب و غریب فعل کو ایک ایسے ہی عجیب و غریب لفظ سے بیان کیا۔

قرآن کریم نے جو اثر عربی زبان پر چھوڑا اس کا کسی قدر تذکرہ پہلے آ چکا ہے اب میں ڈاکٹر حِتی کے حوالہ سے صرف ایک بات مزید بیان کروں گا۔ وہ قرآن کا اثر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

"قرآن کے ادبی اثر و نفوذ کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ صرف اسی قرآن کے باعث ہی

مختلف عربی بولیوں میں ایک اتحاد قائم رہا اور وہ مختلف زبانوں کا روپ دھارنے سے بچی رہیں جیسا کہ دمن باتوں کے سلسلہ میں ہوا ہے۔ آج ایک عراقی ممکن ہے کسی مراکشی کی بات سمجھنے میں دقت محسوس کرے لیکن اس کے لکھے ہوئے کو فوراً سمجھ لے گا۔ کیونکہ نہ صرف عراق اور مراکش بلکہ شام، عرب اور مصر میں بھی قرآن کی طرز پر ہی لکھی جاتی ہے۔"

قرآن کریم کا یہ احسان اتنا بڑا ہے کہ عرب اسکے لئے جس قدر بھی قرآن کے شکر گزار رہیں تھوڑا ہے۔ قرآن نے ان کی زبان کو محفوظ کیا۔ ان کو بیان کی قوت بخشی وجدان کی باریکی کا تحفہ دیا۔ قدرتِ تاثر کا ملکہ عطا کیا اور ایک جہان کی قیادت سپرد کی۔

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ ایک کتاب جو تیئس برس کے عرصہ میں مرتب کی جاتی ہے، حالات و واقعات کے مطابق اس کا نزول ہوتا ہے وہ کتاب اس قدر جاندار اتنی مربوط اور اس درجہ دلکش ہو۔ آج تنقید کا ایک اہم اصول یہ قرار پا چکا ہے کہ کسی مصنف کی پہلی اور آخری عمر کا کلام ایک سا نہیں ہو سکتا۔ واقعات و حالات کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی لابدی ہے۔ اگر قرآن کسی انسان کا کلام ہوتا تو یقیناً اس میں بھی یہ تبدیلی موجود ہوتی اور عقلاً یہ اثرات اس نوع کے ہو سکتے تھے کہ ابتدائی کلام مبتدیانہ ہوتا۔ اس میں وہ شان نہ ہوتی جو آخری حصۂ کلام میں ہوتی لیکن لطف تو یہ ہے کہ قرآن کا اوّل بھی ویسا ہی معجز اور دلفریب ہے جیسا کہ اسکا آخر۔ بلکہ مستشرقین خود اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ مکی سورتوں میں ایک خاص دلکشی پائی جاتی ہے کیونکہ وہ زمانہ ایسا تھا جب اللہ اور اس کے رسول اور یوم آخر پر ایمان لانے اور معروف کی ترغیب اور منکر سے نفرت دلانا مقصود تھا۔ یہ امور وجدان اور نرمی کے داعی ہیں پس ان کی دعوت اور ترغیب حدہ اسلوبِ شعری کی متقضی ہے جس کے ساتھ دل کو موہ لینے والی امثال اور تشبیہات ہوں۔ چنانچہ مکی سورتیں نہایت لطیف اسلوب بیان کی حامل ہیں۔ ان کی آیات نسبتاً مختصر اور مسجع اور تشبیہات و مجاز کے نادر نمونے اپنے اندر رکھتی ہیں لیکن مدنی سورتیں چونکہ عبادات اور شہری و ملکی قوانین پر مشتمل ہیں اس لئے ان میں محکم اسلوب بیان کی ضرورت تھی جس میں لمبے جملوں اور محکم طریق بیان کی حاجت ہے۔ چنانچہ مدنی سورتیں اس امر کی گواہ ہیں کہ ان میں یہ اصول مدنظر رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود شروع سے آخر تک ایک مقام بھی ایسا نہیں آتا جہاں قرآن اپنی شان برقرار رکھے ہوئے نہ ہو۔ اس کی پہلی سورۃ جس ٹھاٹھ کی ہے آخری سورۃ بھی اسی ٹھاٹھ اور انداز کی ہے۔ یہ کام انسانی طاقت سے یقیناً بالا ہے اور صرف یہی ایک ثبوت قرآن کے من جانب اللہ ہونے کے لئے کافی ہے۔

پروفیسر ہٹی یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ :-

"قرآن گو سب سے پہلی کتاب ہے
لیکن آج تک عرب اس جیسی کتاب پیدا
نہ کر سکے۔"

قرآن کی انہی خوبیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا عاشق و دیوانہ بنا لیا تھا اور آپ کا یہ شعر اس محبت کا ایک جہان اپنے اندر رکھتا ہے ؎

دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

سوال

کیا بہائی صاحبان بتلائیں گے کہ آپ کی محفل نے آج تک بابی یا بہائی شریعت جسے قرآن مجید کا ناسخ قرار دیا جاتا ہے شائع کیوں نہیں کی؟

تردید بہائیت

کیا بہائی تحریری مناظرہ کے لئے تیار ہونگے؟

حشمت اللہ صاحب بہائی کے خط کا جواب

مشہور بہائی حشمت اللہ صاحب قریشی کراچی سے ۲۲ جون سنہ ۶۰ء کو لکھتے ہیں کہ:-

"ماہ جون سنہ ۱۹۶۰ء کے الفرقان صفحات ۲۸-۲۹ پر جو آپ کا مضمون چھپا ہے وہ میری نظر سے گزرا ...... مباحثہ اور مناظرہ کے لئے ہر بہائی اپنے مقدور بھر ہر وقت تیار رہا ہے خواہ طرف مقابل ایک شخص ہو یا ایک جماعت، گفتگو کا مقام پبلک جلسہ گاہ ہو یا کسی کا شخصی مکان۔ بہرحال موزوع[1] معین کر لیتے ہیں اور اس وقت تک دوسرا موزوع[1] نہ چھیڑنے دیتے ہیں نہ خود چھیڑتے ہیں جس وقت تک اطمینان بخش نتیجہ نکل آئے۔ لیکن اگر دوران گفتگو میں یا گفتگو شروع ہونے سے قبل یہ احتمال یا اندیشہ پیدا ہو جائے کہ مقصد تحقیق یا احقاق حق نہیں بلکہ مغالطہ اندازی یا مجادلہ و مکابرہ ہے تو اہل بہاء کا مسلک یہ ہے کہ پھر وہ اتمام حجت کی خاطر موزوع[1] اور شرائط طے کر کے تحریری مناظرہ اور احقاق حق کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ کا مقصد (؟) یہ ہے کہ ایسے مضامین کے ذریعہ الفرقان کی شہرت اور خریداری میں اضافہ کرتے رہیں اور اپنی لیڈری کا پایہ اپنی جماعت میں اور بھی مضبوط کر لیں تو اہل بہاء کو کوئی اعتراض نہیں۔ آپ شوق سے ایسی مشغولیت جاری رکھیں۔ ہمارا دستور العمل خدا کے اس حکم کے مطابق رہے گا قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون لیکن اگر آپ کا مقصد نیک ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ الفرقان کے پڑھنے والے دیکھیں کہ آپ کے اعتراض مسکت ہیں یا بہائیوں کے جواب مسکت۔ تو مجھ سے شرائط طے کر لیجئے۔"

الجواب:- آپ کا انداز تحریر جس بدگمانی بلکہ الزام تراشی کی غمازی کر رہا ہے مجھے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اے کاش کہ آپ سیدھے طور پر تحریر فرماتے کہ مجھے ہر بہائی بنیادی اختلافی مسائل پر تحریری مناظرہ منظور ہے مگر شاید یہ آپ کے بس کی بات نہیں۔ آپ کا موضوع کو بار بار "موزوع" لکھنا تو شاید قابل برداشت ہوتا مگر قرآنی آیت کو آپ نے جس غلط مفہوم میں استعمال کیا ہے وہ ہرگز قابل برداشت نہیں۔ پوری آیت یوں ہے:-

وما قدروا اللہ حق قدرہٖ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشرٍ من شیءٍ قل من

[1] نقل مطابق اصل۔

انزل الکتاب الّذی جاء بہٖ موسیٰ
نوراً وھدًی للنّاس تجعلونہ قراطیس
تبدونھا وتخفون کثیراً وعلمتم مالم
تعلموا انتم ولا اٰباءکم قل اللّٰہ ثمّ ذرھم
فی خوضھم یلعبون (الانعام ع ۱۱)

ترجمہ:- ان لوگوں نے اللہ کی پوری قدر نہ کی جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ نازل نہیں کیا۔ تو ان سے پوچھ کر بتا دے موسیٰؑ پر وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جو وہ لائے تھے۔ اور جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی جسے تم نے آجکل کاغذوں کی حیثیت دے رکھی ہے کہ کچھ ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں ایسے علوم سکھائے گئے ہیں جن سے تم اور تمہارے باپ دادے آشنا نہ تھے۔ بتاؤ یہ موسیٰؑ کی کتاب کس نے نازل کی تھی؟ فرمایا کہ اے رسول تو کہدے کہ وہ کتاب **خدا تعالےٰ نے نازل** کی تھی، پھر تو ان لوگوں کو ان کی ناشائستہ باتوں میں کھیلتے ہوئے چھوڑ دے۔"

پس ظاہر ہے کہ آیت میں **قل اللّٰہ** کا ہرگز وہ مفہوم نہیں جو بہائی صاحب سمجھتے ہیں۔

آئیے اب "مباحثہ اور مناظرہ" کی بات کریں جس کے لئے بزعم خود "ہر بہائی ہر وقت مقدور بھر" تیار رہتا ہے۔ ہم نے سیالکوٹ کے ایک بہائی کی چٹھی پر لکھا تھا کہ:-

"بنیادی اختلافات یعنی اول یہ کہ قرآنی شریعت منسوخ ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ بہائی شریعت منجانب اللہ ہے یا نہیں؟ سوم یہ کہ جناب بہاء اللہ کا دعویٰ ربوبیت و الوہیت ہے یا نہیں؟ چہارم یہ کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ نبویہؐ کے موعود جناب سید علی محمد صاحب و جناب مرزا حسین علی صاحب ہیں یا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں؟ - ان چاروں موضوعات پر سیر حاصل بحث ہو جائے بغرض پائیداری و تحقیق یہ تبادلہ خیالات تحریری ہونا چاہیئے۔"

(الفرقان مارچ سنہ [illegible])

سیالکوٹ کے بہائیوں نے تو اس کا انکار کر دیا تھا اور یقیناً کراچی کے بہائیوں کے مشورہ کے بعد ہی کیا تھا۔ اگر اب حشمت اللہ صاحب قریشی دل سے چاہتے ہیں تو وہ **شوق سے تحریری مناظرہ کر سکتے ہیں۔** ہمارا مطبوعہ اعلان آپ کے سامنے ہے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ ملا کر ایسا کریں۔ تا ایک مرتبہ فیصلہ تو ہو سکے۔ وما علینا الّا البلاغ المبین۔

طریقۂ تبلیغ یا وسوسہ اندازی

اہل بہاء کا طریق ہے کہ بعض بے دین اور اباحت پسند نوجوانوں کو اسلام اور قرآن مجید سے ناواقف پا کر چند موٹی موٹی باتیں اپنے مذہب کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں۔ مگر نہ انہیں اپنی شریعت سے آگاہ کرتے ہیں اور نہ ہی اصل مسائل و اعتقادات سے واقف کرتے ہیں۔ گویا ان لوگوں کی ناواقفیت اور اباحت پسندی کو ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پھر طرفہ یہ کہ اپنی کتابوں اور ان کے تراجم میں تحریف کرتے رہتے ہیں۔ بہائیوں کی اس تحریف کے مشاہدہ کے لئے الفرقان کا آئندہ شمارہ ملاحظہ فرمائیں۔

بہائیوں کے مایۂ ناز اعتراض کا جواب

کیا بہاء اللہ کا پہلے دعویٰ کرنا اسکے صادق ہونے کی دلیل ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کی وضاحت

متعدد بہائی حلقوں نے یہ سوال لکھ کر بھیجا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے بیان کے مطابق سچا مدعی سب سے پہلے دعویٰ کیا کرتا ہے اور بہاء اللہ نے حضرت مرزا صاحب سے پہلے دعویٰ کیا ہے اسلئے کیوں نہ انہیں سچا مانا جائے؟ ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

"راقم المکتوب ایک عرصہ سے بغرض تحقیق دینی لٹریچر کا مطالعہ کر رہا ہے اور اب اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہے۔ کہ نہ صرف روایات و احادیث کی رُو سے بلکہ اقتضاءِ زمانہ کے مطابق بھی یقیناً تیرھویں صدی کا اختتام اور چودھویں صدی کا آغاز ہی وہ زمانہ تھا جس میں مہدیٔ موعود اور مسیح موعود کا ظہور ہونا چاہیئے تھا۔"

آگے یہ سوال پیدا کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے بے شک بروقت دعویٰ کیا مگر اُن کا بار بار کا یہ اعلان قابلِ فہم نہیں کہ اس زمانہ میں میرے سوا کسی اور نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب کو معلوم تھا۔ کہ باب و بہاء نے ان سے پہلے مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کر رکھا ہے اور ان کی کتابوں تک کے نام حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے اس رویہ میں کیا مصلحت پوشیدہ تھی۔ کیا آپ اس پر روشنی ڈالیں گے؟"

الجواب۔ مصلحت کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، یہ تو ایک حقیقت کا اظہار تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اعتراض کرتے وقت بہائی صاحبان پوری سچائی کو بیان نہیں کرتے۔ جس طرح بے نماز انسان آدھی آیت لا تقربوا الصلوٰۃ کو اپنی تائید میں پیش کر دیتا ہے اسی طرح بہائی صاحبان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پورا بیان درج نہیں کرتے اور پھر بانیٔ بہائیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے زمین و آسمان کے فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اسمی اشتراک کو لے کر غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آیئے پہلے یہ دیکھیں کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ کیا ہے اور آپ کس بات پر چیلنج کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(الف) "آخر جبکہ بڑے بڑے صدمات اسلام پر وارد ہو کر تیرھویں صدی پوری ہوئی اور اس منحوس صدی میں ہزارہا قسم کے اسلام کو زخم پہنچے۔ اور چودھویں صدی کا آغاز شروع ہوا تو ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کی قدیم سُنّت کے موافق موجودہ مفاسد کی اصلاح اور دین کی تجدید کے لئے کوئی پیدا ہوتا۔ سو اگرچہ اس عاجز کو کیسا ہی تحقیر کی نظر

سے دیکھا جائے مگر خدا نے اِس اُمّت کا خاتم الخلفاء اِس اپنے بندے کو ٹھہرایا ہے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۵)

(ب) "مجھے میں چودھویں صدی کے سر پر جیسا کہ مسیح ابن مریم چودھویں صدی کے سر پر آیا تھا مسیح الاسلام کر کے بھیجا اور میرے لئے اپنے زبردست نشان دکھلا رہا ہے اور آسمان کے نیچے کسی مخالف مسلمان یا یہودی یا عیسائی وغیرہ کو طاقت نہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۵)

(ج) "اِس آیت کی تشریح میں یہ حدیث ہے۔ لو کان الایمان معلّقاً بالثریّا لنالہٗ رجلٌ من فارس۔ اور چونکہ اس فارسی شخص کی طرف وہ صفت منسوب کی گئی ہے جو مسیح موعود اور مہدی سے مخصوص ہے یعنی زمین جو ایمان اور توحید سے خالی ہو کر ظلم سے بھر گئی ہے پھر اس کو عدل سے پُر کرنا۔ لہذا یہی شخص مہدی اور مسیح موعود ہے۔ اور وہ مَیں ہوں۔ اور جس طرح کسی دوسرے مدعیٔ مہدویت کے وقت میں کسوف و خسوف رمضان میں آسمان پر نہیں ہوا ایسا ہی تیرہ سَو برس کے عرصہ میں کسی نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اِس پیشگوئی لنالہٗ رجلٌ من فارس کا مصداق مَیں ہوں۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۵ طبع سوم)

(د) "پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بہت سے جھوٹے نبی پیدا ہوئے تھے۔ مگر جھوٹا ہمیشہ بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ سچا پہلے ظاہر ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کی ریس کر کے جھوٹے بھی نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمارے دعوے سے پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی نے اس طرح خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ مگر ہمارے دعویٰ کے بعد چراغ دین اور عبدالحکیم اور کئی اور دوسرے ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔"

(اخبار بدر یکم اگست ۱۹۰۷ء)

اِن چاروں عبارتوں سے عیاں ہے کہ جس وقت پر ظاہر ہونے والے دعویدار کے بارے میں چیلنج دیا گیا ہے اس کی نوعیت یہ ہے کہ:-

(۱) وہ مسیح الاسلام ہونے کا مدعی ہو۔
(۲) وہ اُمّت کا خاتم الخلفاء ہونے کا دعویدار ہو۔
(۳) وہ خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مسیح ہونے کا مدعی ہو۔
(۴) وہ بالہام الٰہی پیشگوئی رجلٌ من فارس کا مصداق ہونے کا دعویدار ہو۔
(۵) مدعیٔ مہدویت ہونے کی صورت میں اس کے

دعویٰ پر رمضان میں کسوف خسوف ہوا ہو۔

اب ہم **پورے زور** کے ساتھ جملہ بابیوں اور بہائیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ باب یا بہاء نے کب اِن شرائط کے مطابق دعویٰ کیا؟ بہاء اللہ نے اگر مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو اسلام کو منسوخ کرنے کے ادعاء کے ساتھ کیا۔ کیا اسے **مسیح الاسلام** کہا جائے گا یا **ناسخ الاسلام** قرار دیا جائے گا؟۔ اس نے اُمّت کا خاتم الخلفاء ہونا تو کجا اپنے اُمّتی ہونے سے بھی انکار کیا ہے۔ باب اور بہاء کی ساری تحریک اسلام کو منسوخ ٹھہرانے کے لئے تھی۔ اور انہوں نے کبھی بھی **خدا سے الہام پاکر** مسیح ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ درجل من فارس کی پیشگوئی کا مصداق بالہام الٰہی ہونے کا بھی ان کا کوئی دعویٰ نہ تھا۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ باب اور بہاء اس طرح کے منجانب اللہ الہام کے قائل ہی نہیں جو اہلِ اسلام کے ہاں مسلّم ہے۔ بلکہ بابی و بہائی تو باب اور بہاء کی ہر بات، ہر قول اور ہر تحریر کو وحی مانتے ہیں۔ گویا بہائیت اور احمدیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بہاء اللہ کے دعویٰ کی نوعیت میں **بُعد المشرقین** ہے۔ دونوں دعوے بالکل الگ الگ ہیں۔ اس صورت میں بہاء اللہ کے پہلے دعویٰ کرنے سے اس کا سچا ہونا کس طرح لازم آتا ہے؟

اگر دعویٰ ایک ہوتا۔ دونوں جگہ مسیح الاسلام ہونے کا دعویٰ ہوتا۔ دونوں جگہ شریعت اسلامیہ کے قیام کو نصب العین قرار دیا گیا ہوتا۔ تب بھی کچھ بات ہوتی اور کوئی کہہ سکتا کہ بعد کے مدعی نے "ریس کر کے" دعویٰ کر دیا ہے۔ مگر یہاں تو بالکل مختلف نوعیت ہے۔ بہاء اللہ قرآن مجید کو منسوخ قرار دینے کیلئے دعویدار بنا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآنی شریعت کو قائم و دائم ثابت کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

ع شتّان بین مشرق و مغرب

مَیں کہتا ہوں کہ ان حالات میں بہاء اللہ کا پہلے دعویٰ کرنا سچا ہونے کی بجائے ان کے جھوٹا ہونے کی **واضح دلیل** ہے اور وہ اس طرح کہ:۔

(الف) قرآن و احادیث سے ثابت ہے کہ دجال کا کام قرآن مجید میں عیب چینی اور اس کی شریعت کو منسوخ قرار دینا ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدجال یخرج من ارض بالمشرق یقال لها خراسان (مشکوٰۃ ص۴۷۳) کہ ایک دجال **خراسان** سے خروج کریگا۔ اور صحیح مسلم کی حدیث میں دجالی فتنہ کے ظہور کے بعد ہی مسیح موعود کی بعثت کا بیان وارد ہوا ہے (مشکوٰۃ ص۴۷۳) اور عقلاً بھی۔ بیماری کے بعد علاج اور زہر کے بعد تریاق ضروری ہوتا ہے۔ دجال کا کام اسلام کو ذلیل کرنے اور اُسے مُردہ ثابت کرنے کے سامان پیدا کرنا ہے اور مہدیٔ معہود کا کام بہائیوں کی مسلّمہ حدیث میں یہ ہے کہ:۔

یقیم الدین وینفخ الروح فی الاسلام
یعزّ اللّٰہ به الاسلام بعد ذلّه و
یحییه بعد موته۔

ترجمہ۔ امام مہدی دین کو قائم کرے گا اور اسلام میں نئی روح پھونکے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اسلام کو ذلّت کے بعد عزّت اور موت کے بعد زندگی عطا کریگا" (الفرائد ص۵۱)

پس سچے مسیح موعود اور حقیقی مہدی کا اس دجال کے بعد ہی ظہور ہونا چاہیئے تھا۔ جو اسلام کے منسوخ ٹھہرانے کے لئے خروج کرنے والا تھا۔

(ب) اناجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ سے پہلے دو شخص دعویدار کھڑے ہوئے تھے گملی ایل فریسی نے تبلیغ کرنیوالے حواریوں کے بارے میں کہا تھا کہ:۔

"اے اسرائیلیو! ان آدمیوں کے ساتھ جو کچھ کیا چاہتے ہو ہوشیاری سے کرنا کیونکہ ان دنوں سے پہلے **تھیوداس** نے اُٹھ کر **دعویٰ** کیا تھا کہ میں بھی کچھ ہوں اور تقریباً چار سو آدمی اسکے ساتھ ہوگئے تھے مگر وہ **مارا گیا** اور جتنے اسکے ماننے والے تھے سب تتر بتر ہوگئے اور مٹ گئے۔ اس شخص کے بعد **یہوداہ گلیلی** اسم نویسی کے دنوں میں اُٹھا اور کچھ لوگ اپنی طرف کرلئے وہ بھی **ہلاک** ہوا....."

(اعمال $\frac{۵}{۳۶-۳۸}$)

حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مسیح ناصریؑ میں **مشابہت** کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جس طرح وہاں پہلے تھیوداس اور یہوداہ گلیلی مدعی کھڑے ہوکر ہلاک و ناکام ہوئے تھے اسی طرح یہاں بھی باب اور بہاء مدعی ہوکر ہلاک اور ناکام ہوگئے۔ اس پہلو سے تو ضروری تھا کہ سچے مسیح موعودؑ سے پہلے دو ایسے مدعی ہوتے۔ یہ قابلِ اعتراض بات نہیں بلکہ دلیلِ صداقت ہے۔

(ج) حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"ازانجملہ اس عاجز کے مسیح موعود ہونے پر یہ **نشان** ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کی خصوصیت کے ساتھ یہ علامت ہے کہ **دجال معہود کے خروج کے بعد آنے والا** وہی سچا مسیح ہے جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے جس کا مسلم کی حدیث میں وجہ تسمیہ مسیح ہونے کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ مومنوں کی شدت اور محنت اور ابتلاء کا غبار جو دجال کی وجہ سے ان کے طاری حال ہوگا ان کے چہروں سے پونچھ دے گا یعنی **دلیل اور حجت سے ان کو غالب کر دکھائے گا**۔ سو اسلئے وہ مسیح کہلائیگا کیونکہ مسح پونچھنے کو کہتے ہیں جس سے مسیح مشتق ہے۔ اور ضرور ہے کہ وہ **دجال معہود کے بعد نازل ہو۔ سو یہ عاجز دجال معہود کے خروج کے بعد آیا ہے**" (ازالہ اوہام حصہ دوم طبع دوم ص۳۶)

پس خلاصۂ جواب یہ ہے کہ جو دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الہام الٰہی سے فرمایا۔ اس میں آپ سب سے **پہلے فرد** ہیں۔ تیرہ سو برس میں ایسی نوعیت کا کوئی دعویدار نہیں ہوا۔ باب و بہاء کا دعویٰ بالکل مختلف ہے اس میں پہلے اور پیچھے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں جس قسم کا دعویٰ باب و بہاء نے کیا ہے یہ دعویٰ اسلامی پیشگوئیوں کے مطابق **دجالی** دعویٰ ہے۔ اور دجال کے خراسان سے نکلنے کی خبر بھی موجود ہے۔ بابی اور بہائی تحریک وہاں سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ ضروری تھا کہ ایسا دجال پہلے مدعی ہوتا اور مسیح موعود اس کے بعد ظاہر ہوتا۔ اس سے حضرت مسیح محمدی کی حضرت مسیح ناصریؑ سے ایک **مشابہت** بھی ثابت ہوتی ہے۔ اور تقاضائے عقل و دانش بھی یہی تھا۔ اور یہی بات ہے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں بیان فرمائی ہے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین ؏

بہائی تحریک

شرک

(از جناب سید ارشد علی صاحب لکھنوی)

ساری دُنیا کے اہل مذاہب کے نزدیک شرک ایک نجس اور غلیظ چیز ہے۔ شرک ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا کے تصور سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ جس طرح دنیا میں اور گناہ پائے جاتے ہیں اسی طرح دنیا میں مشرک افراد اور مشرک مذاہب بھی موجود ہیں۔ آج سے کوئی سَو سال قبل خطۂ ایران میں ایک صاحب پیدا ہوئے جن کا اصل نام تو مرزا حسین علی تھا مگر انہوں نے خود اپنا نام بہاءاللہ رکھ لیا تھا۔ جناب بہاءاللہ نے سب سے پہلے تو یہ دعویٰ کیا کہ "تحقیق مَیں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں" پھر کہا کہ مَیں شریعتِ اسلامی کو منسوخ کرتا ہوں۔ اِن دعویٰ الوہیت وغیرہ پر ایران کے کچھ ایسے لوگ جو صرف نام کے مسلمان تھے ایمان تو لے آئے لیکن انکی فطرت انہیں ملامت کرتی تھی کہ وہ اس عقیدہ کو دنیا کے سامنے پیش کریں اسلئے وہ اس عقیدے کو ایک پہیلی یا چیستان کے رنگ میں بیان کرتے رہے اور آجتک بھی بہائی صاحبان کا یہی حال ہے کہ وہ بہاءاللہ کے دعوے کو کھلے اور صاف الفاظ میں پیش نہیں کرتے۔ اِس سوال کے جواب میں کہ بہاءاللہ صاحب کا کیا دعویٰ تھا بہائی جماعت کے سب سے بڑے مبلغ جناب محفوظ الحق صاحب علمی لکھتے ہیں:۔

"اہلِ بہا دَورِ نبوت کو ختم جانتے ہیں امتِ محمدیہ میں بھی نبوت جاری نہیں سمجھتے۔ ہاں خدا کی قدرت کو ختم نہیں جانتے اسلئے خدا کی قدرت کے نئے ظہور کو تسلیم کرتے ہیں جو نبوت سے آگے ایک نئی شان رکھتا ہے اور یہ دَورِ نبوت کے ختم ہونے کا کھُلا اعلان ہے اسی لئے اہلِ بہا نے کبھی نہیں کہا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اور موعودِ کل ادیان نبی یا رسول ہے بلکہ اس کا ظہور مستقل خدائی ظہور ہے۔" (رسالہ کوکب ہند ۲۲ جون ۱۹۲۸ء)

علمی صاحب کے گھبرائے ہوئے اور پریشان الفاظ ناظرین کے سامنے ہیں۔ اِس تقیہ در تقیہ عبارت سے بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بہائی لوگ بہاءاللہ کو قطعی خدا مانتے ہیں۔ علمی صاحب سے کوئی پوچھے کہ "بہاءاللہ کا ظہور ایک مستقل خدائی ظہور تھا" اِن الفاظ سے آپکی کیا مراد ہے؟ جب آپ نے مان لیا کہ خدا تعالےٰ جو ایک لامحدود ہستی ہے وہ مرزا حسین علی کا انسانی چولہ دھارن کر کے مستقل طور پر ظاہر ہوا تھا تو اب بہاءاللہ کو مستقل خدا ماننے میں کیا شبہ ہے؟ خود بہاءاللہ نے کھلے ہوئے الفاظ میں کہا ہے کہ:۔

"تحقیق مَیں خدا ہوں۔ میرے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ مَیں ہر چیز کا رب ہوں۔ اور جو کچھ میرے سوا ہے وہ میری مخلوق ہے۔"

نیز کہا:۔

"مَیں حکم دیتا ہوں کہ اے میری مخلوق صرف میری ہی عبادت کرو۔"

پھر علی محمد باب کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"اور نہیں جانتے کہ آنحضرت (یعنی علی محمد باب) عرشِ یفعل ما یشاء پر جلوہ نما اور کرسئ یحکم ما یرید پر جالس ہیں۔ کوئی عقل آپ کے ظہور کی کیفیت کو نہیں سمجھ سکتی۔ اور کوئی علم آپ کے امر کی کمیت کو نہیں جان سکتا۔ کل اقوال آپ کی تصدیق پر موقوف اور کل امور آپ کے امر کے محتاج ہیں۔ آپ کے سوا سب آپ کے حکم سے پیدا ہوئے اور آپ کے حکم سے موجود ہیں۔" (ایقان صفحہ ۲۸)

ناظرین! اپنی پاک انسانی فطرت کی روشنی میں فرمائیں کہ کیا اتنا بڑا مشرک انسان دُنیا کی تاریخ میں پہلے بھی گزرا ہے؟

ایک تحقیقی مقالہ

کیا حضرت آدمؑ گنہگار تھے؟

کیا نسل آدم کو گناہ ورثہ میں ملا ہے؟

(۲)

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل)

[عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ گناہ گار ہوئے اور ان کا گناہ بطور وراثت سار(ی) اولاد میں منتقل ہو گیا۔ لہٰذا سب انسان گناہ گار ہیں۔ پہلی قسط میں "حضرت آدمؑ کے گناہ" پر بحث ہوئی ہے۔ اب سب انسانوں کے گناہ گار قرار دیئے جانے کی تردید بیان ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے عیسائیت کا کفارہ بے بنیاد ثابت ہوتا ہے ——— (ایڈیٹر)]

گناہ کا ورثہ میں آنا

حضرت آدمؑ کے پھل کھانے کے بعد لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ہابیل تھا (پیدائش $\frac{۴}{۲}$) حضرت مسیحؑ نے ہابیل کو راستباز بتایا ہے (متی $\frac{۲۳}{۳۵}$)۔ اگر آدمؑ کا گناہ ورثہ میں منتقل ہوتا تو اس کے بیٹے ہابیل کو راستباز نہ کہا جاتا۔ جس طرح آدمؑ کو پھل کھانے سے قبل خدا نے برکت دی اور کہا کہ پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور کرو اور اس کو محکوم کرو مچھلیوں، پرندوں اور چرند پر سرداری کرو (پیدائش $\frac{۱}{۲۸}$) اسی طرح پھل کھانے کے بعد اولاد آدم کو یہ برکت دی (پیدائش $\frac{۹}{۱-۷}$) نیز لکھا ہے کہ:-

"اس نے انسان کو خدا سے تھوڑا ہی
کم کیا ہے اور شان شوکت کا تاج اس کے
سر پہ رکھا ہے تو نے اس کو اپنے ہاتھ
کے کام پر حکومت بخشی۔ تو نے سب کچھ
اس کے قدم کے نیچے کیا"۔ (زبور $\frac{۸}{۷}$)

پس وہی برکت جو پھل کھانے سے پیشتر آدم کو دی گئی تھی وہی برکت پھل کھانے کے بعد اس کی اولاد کو حاصل ہوئی۔

سب آدمی خدا کی صورت پر ہیں

جس طرح خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے (پیدائش $\frac{۹}{۶}$) اسی طرح اس نے تمام بنی نوع انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا (یعقوب $\frac{۳}{۹}$) پس جو حالت آدمؑ کی پیدائش کے وقت تھی وہی حالت ہر ایک انسان کی ہے۔ یعنی جس طرح آدم بے گناہ اور معصوم پیدا ہوا اسی طرح ہر ایک انسان بے گناہ اور معصوم پیدا ہوتا ہے۔ اگر آدم کی وجہ سے ہر فرد بشر گناہ گار پیدا ہوتا تو اسے خدا کی صورت پر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک اور بے گناہ ہے۔

پاک اور بے گناہ لوگ

اگر انسان موروثی طور پر گناہ گار ہوتا تو اس کی

نسل کو پاک، راستباز، برگزیدہ، مقدس اور خدا کے بیٹے ہرگز نہ کہا جاتا۔ حوالجات درج ذیل ہیں :-

پاک لوگ (امثال ۱۵/۲۲ زبور ۹/۱۴۹، ۵/۵ زبور ۹/۴) پاک نبی (لوقا ۱/۷۰ اعمال ۳/۲۱ - ۲-پطرس ۳/۲) راستباز ہابیل (متی ۳۵/۲۳) شمعون راستباز (لوقا ۲/۲۵) یوسف نجار راستباز (متی ۱/۱۹، راستبازوں کی آرزو (متی ۱۳/۱۷) راستبازوں کے مقبرے (متی ۲۳/۲۹) زکریاہ اور اس کی بیوی راستباز تھی (لوقا ۱/۵-۶) لوط راستباز تھا (۲-پطرس ۲/۷) ابراہیم راستباز تھا (یعقوب ۲/۲۳) برگزیدہ ہارون (زبور ۱۰۵/۲۶) برگزیدہ موسیٰ (زبور ۱۰۶/۲۳) برگزیدہ داؤد (زبور ۸۹/۳، ۸۹/۳) مقدس ہارون (زبور ۱۰۶/۱۶) مقدس لوگ (زبور ۸۹/۷) انسان خدا تھے "میں نے کہا کہ تم الٰہ ہو اور حق تعالیٰ کے فرزند ہو" (زبور ۸۲/۶) جن کے پاس خدا کا کلام آیا وہ خدا تھے (یوحنا ۱۰/۳۴-۳۵) نبی خدا کا مونہہ ہیں (خروج ۴/۱۶، ۷/۱ - یرمیاہ ۱۵/۱۹)۔ نبی روح اللہ ہیں (نحمیاہ ۹/۳۰، گنتی ۱۱/۲۹) ابراہیم اور موسیٰ خدا کے دوست تھے (۲-تواریخ ۲۰/۷ ویسعیاہ ۴۱/۸۔ خروج ۳۳/۱۱) سلیمان خداوند کو دوست رکھتا تھا اور وہ خدا کا محبوب تھا (۱-سلاطین ۳/۳، ۲-سموایل ۱۲/۲۵)

اِن حوالجات سے ظاہر ہے کہ انسان پیدائشی طور پر گنہگار نہیں۔ اور خدا نے حضرت یرمیاہ کو رحم میں سے نکلنے سے پہلے مخصوص کیا اور قوموں کے لئے نبی ٹھہرایا۔ (یرمیاہ ۱/۵) پھر اِن مقامات کے علاوہ انسان کو اِلٰہ اور حق تعالیٰ کے فرزند ہونے کا مرتبہ حاصل ہے تو وہ گنہگار کیونکر ہوا؟ بلکہ انسان رُوح اللہ اور خدا کا مُونہہ ہیں۔ خدا پاک اور اس کا مُونہہ بھی پاک ہے اسلئے نبی بھی پاک اور بے گناہ ہیں۔

خدا کی بادشاہت بچوں کی مانند ہے

حضرت مسیح نے فرمایا :-

"بچوں کو میرے پاس آنے دو کیونکہ
خداوند کی بادشاہت ایسوں ہی کی ہے
مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی خدا کی
بادشاہت کو بچوں کی طرح قبول نہ کرے
وہ اس میں ہرگز داخل نہ ہوگا" (مرقس ۱۰/۱۴-۱۵) -

نیز فرمایا کہ :-

"جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا
نہ ہو وہ خدا کی بادشاہت میں داخل
نہیں ہوسکتا" - (یوحنا ۳/۳)

نئے سرے سے پیدا ہونا اور بچوں کی مانند بننے کا مطلب واضح ہے کہ جس طرح بچے بے گناہ اور معصوم ہوتا ہے اُسی طرح انسان کو بننا چاہیئے۔ گویا کہ نئے سرے سے بچوں کی سی حالت پیدا کرے۔ تب نجات پاسکتا ہے۔

نسل آدم کے علاوہ لوگ

بائیبل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضرت آدمؑ کے وقت ایسے لوگ موجود تھے جو آدم کی اولاد میں سے نہ تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آدمؑ کو خدا نے باغ عدن سے باہر کر دیا (پ ۳/۲۴) اس کے بعد حوّا کے ہاں قائن پیدا ہوا بعد میں ہابیل پیدا ہوا (پ ۴/۱-۲) قائن نے ہابیل کو مار ڈالا (پ ۴/۸) تب خدا نے قائن کو بطور سزا کہا "زمین پر تو پریشان اور آوارہ ہوگا" (پ ۴/۱۲) تب قائن نے خداوند سے کہا میری سزا برداشت سے باہر ہے .... اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی مجھے پائے گا مار ڈالے گا تب خداوند نے کہا۔ نہیں بلکہ جو کوئی قائن کو مار ڈالے گا سات گنا بدلہ اس سے لیا جائے گا اور خداوند نے قائن پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اُسے پائے مار نہ ڈالے (پیدائش ۴/۱۴-۱۵)

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت ایسے لوگ بھی موجود تھے جو حضرت آدمؑ کی نسل سے نہ تھے۔ چنانچہ پادری کینن سیل۔ ڈی۔ ڈی لکھتے ہیں :-

"خیال ہے کہ رُوئے زمین پر کوئی
دوسرے لوگ بھی رہتے تھے جن کے
غصّے اور انتقام سے قائن ڈرتا تھا"
(تفسیر کتاب پیدائش ص۳۲)

اِس کے علاوہ مسیحی فاضل تسلیم کرتے ہیں کہ اسوریہ (جو بعد میں میسوپوٹامیہ نام سے مشہور ہوا) میں زمانہ قدیم میں اکاد اور سیمر قوم آباد تھی جو مذہب کے لحاظ سے خالدیہ والوں کا ابتدائی عقیدہ رکھتی تھی جو سات ہزار سال قبل مسیح سے تعلق رکھتا ہے (مشرق کی نابود شدہ تہذیب ص شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور) عیسائیوں کے حساب سے حضرت آدمؑ ۴۰۰۴ سال قبل مسیح ہوئے ہیں۔ (دیکھو ریفرنس بائیبل) اور سیمری وغیرہ چھ سات ہزار سال قبل مسیح ہیں۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمؑ سے قبل بھی انسان موجود تھے۔ اور یرمیاہ ۵/۱۵ میں کسدیوں کو قدیم قوم بتایا ہے سکندر اعظم کے زمانہ میں انہوں نے فخر سے کہا کہ ہمارے باپ دادوں نے چار لاکھ ستر ہزار سال تک علم نجوم کے مشاہدات کا علم حاصل کیا (تواریخ بائیبل ص۳ مصنفہ پادری بلیکی صاحب) بقول پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے یہی سیمری لوگ ہیں جو اپنے آپ کو خدا کے بیٹے اور دوسروں کو آدمی کے بیٹے کہتے تھے۔ (صحت کتب مقدسہ ص) خدا کے بیٹوں نے آدمی کی بیٹیوں سے شادیاں کیں۔ (پیدائش ۶/۱-۴) پس یہ لوگ جو آدم کی اولاد میں سے نہ تھے وہ کسی صورت میں موروثی گناہ کے وارث نہیں ہوسکتے۔ اِس طرح یہ اصول غلط ٹھہرا کہ تمام انسان موروثی طور پر گنہگار ہیں۔

اِس کے علاوہ ملک صدق کی بابت کتاب پیدائش ۱۴/۱۸ میں اور عبرانیوں ۷/۱-۳ میں لکھا ہے کہ وہ بے باپ، بے ماں اور بے نسب نامہ تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوگیا کہ وہ آدم کی اولاد میں سے نہ تھا۔ اس لحاظ سے وہ بھی موروثی گناہ کا وارث نہیں ہوسکتا۔

(باقی پھر)

نہالِ عاشقی

جناب مولوی مصلح الدین صاحب راجیکی مرحوم

چشمِ تر نے کچھ ہماری غمگساری کی تو ہے
دردِ دل نے کچھ دوائے بیقراری کی تو ہے
نافۂ اُمید سے آئی ہے بوئے خوشگوار
دشتِ فرقت میں کسی نے مشکباری کی تو ہے
گردشیں بھولی تو ہیں اپنا وہ اندازِ کہن،
آسماں نے دل جلوں کی غمگساری کی تو ہے
زخمِ پنہاں منتِ محبوب سے ہے مندمل
سوزنِ قسمت نے دل کی بخیہ کاری کی تو ہے
دیدہ و دل ہیں سرورِ سرمدی سے فیضیاب
جلوۂ حسنِ ازل نے سحر کاری کی تو ہے
دیکھئے پھلتا ہے کیونکر اب نہالِ عاشقی
پھر کسی نے آرزو کی آبیاری کی تو ہے

تحریکِ احمدیت

[ذیل کا مختصر نوٹ محترم جناب ماسٹر امیر عالم صاحب بی۔اے بی ٹی ضلع مظفر گڑھ کی اس لطیف تصنیف سے بطور نمونہ لیا گیا ہے جو آپ نے "نفسیاتی تجزیہ حضرت مسیح موعودؑ" کے عنوان سے تالیف فرمائی ہے۔ آپ نے اسی طرح سے ایک دوسری کتاب بھی تصنیف کی ہے جس کا نام "نفسیاتی تجزیہ علامہ اقبال" ہے۔ ہر دو کتب نہایت محنت سے مرتب کی گئی ہیں۔ مگر ان کی ضخامت کے باعث ان کی اشاعت بصورت کتاب ہی مناسب ہے۔ امید ہے کہ محترم ماسٹر صاحب ہر دو کتابوں کو جلد طبع فرمائیں گے۔ ہر دو کتابیں مفید اور قیمتی مواد پر مشتمل ہیں ——— (ایڈیٹر)]

احمدیت موجودہ زمانہ میں حقیقی اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہے اور احمدیت کا کام اشاعتِ اسلام اور غلبۂ اسلام ہے مخالفین اسے نیا مذہب کہہ کر طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ احمدیوں کا قبلہ الگ، نماز الگ، کلمہ الگ، کتاب الگ ہے۔ مگر یہ سب باتیں نادرست ہیں۔ کیونکہ احمدیت اسلام کی تعلیم کے سوا کوئی نئی بات پیش نہیں کرتی۔ اور نہ خلافِ تعلیم اسلام کوئی عقیدہ منواتی ہے احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں۔ یہ موجودہ زمانہ میں حقیقی اسلام پیش کرتی ہے جو مرورِ زمانہ سے غلط عقائد اور فاسد نظریات کے باعث دنیا سے اوجھل ہو گیا ہے۔ احمدی جماعت اسلام کے ارکان خمسہ پر ایمان رکھتی ہے ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیںؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

دوسری جگہ عقائد کی مجمل تفسیر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

؎

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بدیں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او باشیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
از ملائک از خبر ہائے معاد
ہرچہ گفت آں مرسلِ ربّ العباد
آں ہمہ از حضرتِ احدیت است
منکرِ آں مستحقِ لعنت است

معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

احمدی جماعت اصولوں میں تمام فرقہائے اسلامیہ سے متحد ہے اور جملہ فروعی مسائل میں احمدیت کا مسلک فرقہ داری سے آزادانہ ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ احمدیت تمام اسلامی فرقوں کی جامع ہے۔ تمام اسلامی فرقوں کو برداشت کرتی ہے اور متحد کرتی ہے۔ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تمام مذاہب اور تمام اقوام عالم کے لئے پیغام امن و اتحاد لیکر آئے۔ اور تبلیغ اسلام کر کے سب کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ اور ایک ایسی جماعت پیدا کی جس میں شرقی و غربی، اسودؔ احمر، امیر و غریب، سرمایہ دار و مزدور سب کو اکٹھا کر دیا۔ احمدیت اسلام کی صحیح تعبیر ہے۔ جو چیز احمدیت کو فرقہائے اسلام سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ **اسلام کا خدا زندہ خدا ہے**۔ جو ہمیشہ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ قرآن زندہ کتاب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں۔ جن کے فیض سے مخلوقِ الٰہی تا قیامت فیضیاب ہوتی رہے گی۔

اسلام ایک سادہ مذہب ہے۔ جو فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس کی تعلیم ناخواندہ آدمی سے لیکر اعلیٰ تعلیم یافتہ آدمی تک سب کی ضرورتیں پوری کرتی ہے اور ہر ایک کو اپیل کرتی ہے۔ علماء و فقہاء نے اسلامی تعلیم کو منطقی بحثوں سے پیچیدہ بنا دیا۔ احمدیت پھر اسے اصلی شکل میں پیش کر رہی ہے۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا سرچشمہ قرآن مجید ہے احمدیہ جماعت کے تمام تر عقائد کی بنیاد قرآن مجید پر ہے اور وہ نصوص قرآنیہ سے ہر معاملہ میں استنباط کرتے ہیں۔ مگر اہل اسلام نے قرآن پاک کو مہجور سمجھ رکھا ہے۔ اس واسطے وہ ذرا ذرا سی بات میں باہمی تکفیر پر اُتر آتے ہیں۔ اسلام ایک علمی مذہب ہے اور اس کی تعلیمات عقل کے مطابق ہیں مگر علمائے اسلام کے نزدیک عقل کا مذہب میں کوئی کام نہیں۔ حالانکہ عقل مذہب کی صداقتوں پر گواہ ہے اور مذہب عقلِ انسانی کو روشن کرتا ہے۔ ہر زمانہ میں علمی ترقیات ہوتی رہتی ہیں مگر علماء نے مادی علوم و فنون کو مادی ترقیات قرار دیکر ان کی تحصیل کو بمنزلہ کفر قرار دیا ہے۔ احمدیت اس کے برخلاف تعلیم دیتی ہے کہ خدا کے فعل اور قول میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مادی ترقیات روحانیت اور مذہب اسلام کی تعلیم کے خلاف نہیں +

نہایت ضروری اعلان

کتاب "حیاتِ طیّبہ" کی قیمت میں اضافہ

کتاب حیاتِ طیّبہ کے حجم اور فوٹوز میں زیادتی کے باعث کتاب کی قیمت میں اضافہ ناگزیر ہے اعلان کیا جاتا ہے کہ جو دوست یہ کتاب ۱۵ر جولائی ۱۹۶۰ء تک خرید لیں گے ان سے تو حسب سابق ساڑھے چھ روپے ہی قیمت لی جائے گی۔ لیکن ۱۵ر جولائی کے بعد کتاب کی قیمت سات روپے لی جائے گی۔

عبداللطیف شہید لاہور

نوٹ :۔ یہ کتاب مکتبہ الفرقان ربوہ سے حاصل کی جا سکتی ہے +

محرّم الحرام

حسین ابنِ علی پر رحمتیں مولائے سرمد کی
کہ جس نے آبیاری خوں سے کی دینِ محمدؐ کی

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
ہزاروں رحمتیں عشّاقِ حق پر ربّ امجد کی

ہموم دین میں منظر کربلا کا پیش رہتا تھا
بیاں ہو کس زباں سے دلفگاری اپنے احمدؐ کی

بوقتِ عصر معماروں نے اتنا کام پایا ہے
مزیّن ہو رہی ہے پھر عمارت سیزدہ صد کی

لگا دو زور سارا تا سفر طے جلد ہو جائے
یہ ہے مینارۂ بیضا وہ چوٹی سبز گنبد کی

حسینی قافلہ ہمّت نہ ریگستان میں ہارے
یہ کھیتی خوں سے سینچی جائے گی باغِ محمّد کی

پڑی رہتی ہے کیوں لوگو تمہیں ہر وقت دُنیا کی
جہاں آخر کو جانا ہے کرو کچھ فکرِ مرقد کی

رفیقو سے کہو کشتی کنارے لگنے والی ہے
نظر آنے لگی ہے روشنی قصرِ مشیّد کی

ضیاءِ ماہِ کامل پھیلتی جاتی ہے عالم میں
شبِ تاریک میں دکھلائے گی جو راہ مقصد کی

کلیدِ فتح ہے تبلیغ و تنظیم اور قربانی
اِسی سے ایک دن گردن جھکے گی ہر مقلّد کی

جماعت میں ترقی قوّتِ قدسیہ ہے اکمل
خدا کے فضل سے فضلِ عمر محمود احمدؐ کی

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب
اکمل

تبصرہ جات

نئی کتابیں

(ہمارے تبصرہ نگار کے قلم سے)

نوٹ:- تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے لازمی ہیں —!

۱- حیاتِ طیّبہ (ایڈیشن دوم)

زیر نظر کتاب "حیاتِ طیّبہ" جس کا پہلا ایڈیشن سال رواں کے شروع میں شائع ہوا تھا۔ مکرم جناب شیخ عبد القادر صاحب فاضل مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے بڑی محنت سے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ کتاب میں تمام حالاتِ زندگی نہایت عمدہ ترتیب سے اور مکمل تحقیق کے بعد ان کے پورے حوالے کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ کافی تعداد میں مختلف قیمتی تصاویر بھی شامل ہیں۔

کتاب کی زبان نہایت سلیس اور شستہ ہے۔ اس کتاب کے بغور مطالعہ سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نہایت عظیم الشان شخصیت اور اعلیٰ ترین اوصاف جلیلہ کے مالک تھے۔ یہ کتاب جہاں پر سیرتِ طیبہ کی حامل ہے وہاں پر محققین اور اہل علم حضرات کے لئے مسیح پاک کی حیاتِ طیبہ جاننے کے لئے بہترین کتاب ہے۔ آپ کی زندگی توکل علی اللہ، انکساری، فرض شناسی جیسے اوصاف حمیدہ کی زندہ تفسیر تھی۔ اور یہ کتاب اس کے لئے مشعلِ راہ کا مقام رکھتی ہے۔

یہ کتاب اس قدر مفید ہے کہ ہر احمدی مرد، عورت اور بچے کو متردد اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور دیگر غیر احمدی حضرات کو بھی پڑھنے کے لئے دینی چاہیئے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ احباب استفادہ کر سکیں۔

کاغذ اعلیٰ۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ جلد مضبوط۔ ضخامت بڑے سائز کے ۰۰ ۵ صفحات۔ قیمت فی جلد سات روپے۔

ملنے کا پتہ:- مکتبہ الفرقان۔ ربوہ ضلع جھنگ۔ (ع۔ م۔ م)

۲- جامع صحیح مسند بخاری۔ جزء سوم

کتاب "جامع صحیح مسند بخاری۔ جزء سوم" حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے تین حصے ہیں جن میں "نمازوں کے اوقات"، "اذان" اور "صفۃ الصلوٰۃ" کے متعلق احادیث درج ہیں۔ اِن احادیث کا ترجمہ اور شرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے قلم سے ہے۔ جو بہت دلکش ہے۔

اس کتاب میں احادیث کا ترجمہ عربی عبارت کے بالمقابل لکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مختصر لیکن جامع تشریح بھی شامل ہے اور متعلقہ سوالات اور پیچیدگیوں کو رفع کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ عربی دان اور حدیث کے علم سے دلچسپی رکھنے والے احباب کے لئے یہ کتاب نہایت قابلِ قدر ہے۔ سب مسلمانوں کے لئے یہ کتاب مفید اور بابرکت ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت شارح کو

جزا اسے خیر دے۔ آمین۔

کاغذ اعلیٰ۔ کتابت و طباعت گوارا۔ جلد مضبوط اور خوشنما۔ ضخامت بڑے کتابی سائز کے ۲۰۰ صفحات۔ قیمت مجلد تین روپے۔

ملنے کا پتہ:۔ ادارۃ المصنّفین ربوہ ضلع جھنگ۔ (ع۔م۔س)

۳۔ فضل عمر ہجری شمسی دائمی تقویم

زیر نظر رسالہ جناب جمعدار فضل الدین صاحب کمبوہ کھرہ کا مرتب کردہ ہے۔ اس میں انہوں نے بڑی محنت سے تیار کردہ چودہ کیلنڈر شامل کئے ہیں۔ جن سے ہر وقت کسی بھی تاریخ کو صحیح دن معلوم کیا جا سکتا ہے۔ خواہ یہ تاریخ گزشتہ ہو یا آئندہ آنے والی ہو۔ تاریخ معلوم کرنے کا طریقہ نہایت آسان ہے۔

اس کے ساتھ ہی "مجمع البحرین" کے نام سے اس کا ضمیمہ شائع ہوا ہے۔ جس میں ہجری سال کو عیسوی اور عیسوی سال کو ہجری سال میں تبدیل کرنے کا مختصر اور صحیح طریقہ بیان کیا گیا ہے جو واقعی دلچسپ اور قابل قدر ہے۔ یہ رسالہ مؤرخین اور علم ہندسہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بہت مفید ہوگا۔

کاغذ اعلیٰ۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ ٹائیٹل دبیز ضخامت $\frac{20\times30}{8}$ سائز کے ۴۲ صفحات اور چھوٹے سائز کے ضمیمہ کے ۱۶ صفحات۔ قیمت درج نہیں۔

ملنے کا پتہ:۔ مینجر فورٹین کیلنڈر پبلشرز کوارٹر نمبر ۱۶ بلاک جی ٹمپل روڈ۔ لاہور۔

(ع۔م۔س)

۴۔ اخبار الطّبّ (اشاعت خاص)

ہمارے سامنے اس وقت اخبار الطّبّ کی ایک اشاعتِ خاص ہے۔ جس میں انجمن ترقی طبّ کی سالانہ روداد درج ہے۔

اس رسالہ کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ گزشتہ عرصہ میں طبِّ یونانی کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انجمن ترقی طبّ کی جدوجہد بھی واضح ہو جاتی ہے۔ جس کی مسلسل کوشش کے نتیجہ میں آج طبِّ یونانی مشکلات پر قابو پانے میں کامیاب ہو رہی ہے۔ انجمن ترقی طبّ کی جن مساعی کا ذکر اس رپورٹ میں کیا گیا ہے اُن کی وجہ سے طبِّ یونانی اس انجمن کی مرہون منّت رہے گی۔

یہ رسالہ حکیموں، طبیبوں اور دیگر دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مفید ہے۔

کتابت طباعت عمدہ۔ کاغذ معمولی۔ ضخامت $\frac{20\times30}{8}$ سائز کے ۲۰۰ صفحات۔ قیمت اشاعتِ خاص دو روپے۔

ملنے کا پتہ:۔ دفتر انجمن ترقی طبّ ۵۸/۱ شکارپور کالونی۔ نیو ٹاؤن۔ کراچی۔ (ع۔م۔ر)

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ الفرقان کی تاریخ اشاعت ہر ماہ کی دس تاریخ ہے۔

(۲) سالانہ زرمبادلہ پاکستان و بھارت کے لئے پانچ روپے، بیرونی ممالک کے لئے دس شلنگ۔

(۳) تاریخ اشاعت کے دو ہفتہ بعد تک خریدار کی طرف سے پرچہ نہ ملنے کی شکایت پر پرچہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے ورنہ نہیں۔

(مینجر الفرقان۔ ربوہ)

سورۃ البقرۃ ع ۳۹ و ع ۴۰

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

اے وے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم قرضہ کا لین دین مدتِ مقررہ تک کے لئے کرو تو اُسے ضرور

فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪

لکھ لیا کرو۔ کوئی پڑھا لکھا آدمی انصاف سے اسے تحریر کر دیا کرے۔

وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ

لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جیسا بھی اللہ تعالےٰ نے اسے سکھایا ہے وہ لکھ دے (قرضہ کی یہ دستاویز)

وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق ہے اُسے اللہ تعالےٰ کا جو اس کا رب ہے خوف مدّنظر رکھنا چاہیئے

تفسیر ع ۳۹:۔ اسلام ایک کامل دین ہے اس نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے واضح احکام دیئے ہیں اور زندگی کے ہر مرحلہ پر انسان کی رہنمائی کی ہے۔ انسانوں کی ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت قرضہ ہے۔ اسلام سے پیشتر بلکہ آج تک ذاتی مفاد کو مقدم رکھنے کا جذبہ رکھنے والے افراد اور اقوام سودی قرضہ دیتے ہیں ضرورتمند کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چونکہ سودی کاروبار انسانی اخلاق، ہمدردی، باہمی اخوت اور جذبات شفقت کے لئے سمِ قاتل ہے اسلئے اسلام نے سُود کو حرام ٹھہرایا ہے اور لوگوں کو سُود لینے اور دینے سے منع فرمایا ہے۔ تاہم قرضہ دینے کی ترغیب دی ہے۔ اصل مستحقین کے لئے تو صدقات کی تحریک کی اور صدقات کے قوانین مقرر فرمائے۔

وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ

اور جو واقعی حق (قرضہ) ہے لکھواتے وقت اسمیں سے کوئی کمی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر اصل مقروض بے وقوف ہو یا کمزور

سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ

ہو یا لکھوانے سے عاجز ہو تو اس کا ولی انصاف سے لکھوائے۔

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ

نیز اس موقعہ پر اپنے مردوں میں سے دو مرد

مِنْ رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ

گواہ مقرر کرو۔ اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور

امْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ

دو عورتیں گواہ ہوں تا ایک کے بھول جانے کی صورت میں دوسری اُسے یاد کرا سکے۔ یہ سب

إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ

ایسے لوگوں میں سے ہوں گے جنہیں تم بطور گواہ پسند کرتے ہو۔ گواہوں کو جب باقاعدہ

لیکن مزو دتمند لوگوں کو قرضہ کے ذریعہ سے امداد دینے کو بھی پسند فرمایا کیونکہ اس سے بھی بہت سے اخلاقی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جب قرضہ بلا سود ہو اور مقروض کو کسی قسم کا خطرہ نہ ہو تو بسا اوقات بلا شرعی عذر بھی قرضہ کی واپسی میں التوا کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح قرضخواہ کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ اس سے معاشرہ کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ پھر مالدار دوسرے مستحق اور وقت پر ادا کرنے والے مقروضوں کو بھی قرضہ دینے سے گریز کرتے ہیں۔ اسلئے قرآن مجید نے اس رکوع میں قرضہ کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

اوّل۔ قرض دیتے اور لیتے وقت واپسی کے لئے مدت اور وقت مقرر ہونا چاہیئے اور مقروض کو مقدور بھر اسکی پابندی کرنی لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سابقہ رکوع میں قرضخواہ کو یہ فرمایا ہے کہ اگر مقروض واقعی سخت تنگی کی حالت میں ہو تو اسے سہولت دیجائے۔

الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ

طور پر بُلایا جائے تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیئے۔ اور تم مدت مقررہ تک قرضہ کے حیطۂ تحریر میں لانے سے اکتایا

صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

مت کرو خواہ قرضہ تھوڑا ہو یا زیادہ ۔ یہ طریق (تحریر) اللہ کے قانون کے مطابق زیادہ منصفانہ اور

وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ

گواہی کو قائم کرنے کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے نیز شک وشبہ سے بچانے کا قریب ترین راستہ ہے۔ ہاں

تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ

اگر محض وقتی طور پر تبادلہ کی قسم کا باھم لین دین کرو تو

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا

اس کے نہ لکھنے میں ہرج نہیں ۔ جب تم کوئی بڑا اور قابل ذکر سودا کرو تو اس کیلئے

تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ

بھی گواہ رکھ لیا کرو۔ گواہ اور لکھنے والے کو کسی قسم کا نقصان یا ضرر مت پہنچاؤ۔ اگر

دفعہ ا۔ ہر قرضہ کی تحریر ہونی چاہیئے بعض دفعہ انسان واقعی بھول جاتا ہے اور بعض دفعہ بددیانت شخص جان بوجھ کر انکار کر دیتے ہیں محض زبانی گواہوں کے بیانات میں اختلاف پیدا ہو سکتا ہے اسلئے قرضہ دیتے وقت تحریری دستاویز کا ہونا لازمی ہے۔

دفعہ ۲۔ قرضہ کے دو گواہ ہونے ضروری ہیں۔ گویا تحریر بھی دو گواہوں کی گواہی سے مکمل ہو گی۔ گواہ پسندیدہ ہوں یعنی اچھے اخلاق اور کردار کے مالک اور سمجھدار انسان ہونے چاہئیں تا شہادت کا مقصد پورا ہو سکے۔

گواہوں کے سلسلہ میں یہ ہدایت بھی دی ہے کہ اگر دو مناسب مرد نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں بھی مقرر ہو سکتی ہیں۔ اس لحاظ سے مالی معاملات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دی گئی ہے اور اسکی وجہ قرآن مجید نے یہ بتائی ہے کہ مالی معاملات میں عدم تجربہ اور زیادہ واسطہ نہ پڑنے کی وجہ سے عورتوں کے ذہن میں یہ امور زیادہ مستحضر نہیں رہتے اور بھولنے کا زیادہ امکان ہے۔

تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ

تم ایسا کروگے تو یہ تمہاری طرف سے صریح نافرمانی ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ وہ تمہیں خود علم سکھائیگا

اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى

اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے ۔ اگر تم سفر کی حالت میں

سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ

ہو اور تمہیں لکھنے والا نہ مل سکے تو (مقروض قرضخواہ کے پاس) کوئی چیز رہن باقبضہ رکھدے ۔ اگر

اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ

تم میں سے کوئی دوسرے پر اعتبار کرلے تو جسے امین سمجھا گیا ہے اسے چاہیئے کہ وہ امانت (قرضہ) کو ادا کردے

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ

اور اللہ تعالیٰ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرے۔ تم گواہی کو ہرگز مت چھپاؤ ۔ جو شخص گواہی کو

۳۹ ع يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جاننے والا ہے ۔

چہارم :۔ قرضہ کی تحریر کا املا خود مقروض یا اسکے ولی کو کرانا چاہیئے ۔ اس طرح یادداشت کی پختگی کے علاوہ مزید گواہی پیدا ہوگی اور دھوکہ کا احتمال کم ہوجائے گا۔

پنجم :۔ گواہوں کو تاکید فرمائی ہے کہ جب انہیں گواہی کیلئے طلب کیا جائے تو وہ حاضر ہونے سے انکار نہ کریں۔ نیز گواہی کے کتمان کا کسی طرح سے ارتکاب نہ کریں تا لوگوں کے حقوق تلف نہ ہوں۔

ششم :۔ فریقین کو تلقین کی گئی ہے کہ گواہ اور کاتب کے حقوق ادا کئے جائیں اور انہیں کسی طرح کا مالی یا جانی نقصان نہ پہنچایا جائے ۔ ایسا کرنا گویا گواہی اور سچائی کے دروازہ کو مسدود کرنا ہے ۔ اس لئے یہ بہت بڑا جرم ہے۔

ہفتم :۔ لکھنے والے کو تاکید فرمائی کہ وہ بلا رُو رعایت تحریر کرے ۔ نیز وہ کسی وجہ سے لکھنے سے انکار نہ کرے تاکہ

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا

اللہ تعالیٰ کے قبضۂ ملکیت میں وہ سب چیزیں ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں - اگر تم اپنے دل کی بات یا نیت کو (عملی طور پر)

فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ

ظاہر کردیا اُسے مخفی رکھو اللہ تعالیٰ (بہرحال اپنے علم کی بنا پر) تم سے اس کا حساب لے گا۔ جسے چاہیگا اسے معاف

لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ

فرمائے گا اور جسے چاہے گا اُسے اس کے جرائم کی سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ

قدرت رکھنے والا ہے۔ رسول اس وحی پر پختہ ایمان لاتا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل

لوگوں کی ضرورتوں میں روک پیدا نہ ہو۔ ایسے مواقع پر اپنے علم سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانا گویا اللہ تعالیٰ کے احسان کا ایک رنگ میں شکریہ ادا کرنا ہے۔

ہشتم :- اہم اور بڑے سودوں کے موقع پر بھی گواہ رکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ بعد ازاں بدظنی اور غلط بیانی کی صورت پیدا نہ ہو۔ اور معاشرہ میں خرابی واقع نہ ہو۔

نہم :- اگر تحریر کرنا ممکن نہ ہو، سفر وغیرہ کے باعث لکھنے والا میسر نہ ہو اور قرضہ کی حاجت ہو تو رہن یا قبضہ کے ذریعہ قرض لیا جاسکتا ہے۔ "رِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ" میں رجسٹری وغیرہ کے ذریعہ سرکاری طور پر مسلمہ قبضہ بھی شامل ہوگیا ہے۔

رہن میں چیز کا مالک اپنی چیز قرضخواہ کو سپرد کر دیتا ہے جو قرضہ میں بطور کفالت گروی ہوتی ہے اور قرضہ کی واپسی پر وہ شئ مرہون اصل مالک کو واپس ہوگی۔

دہم :- جب قرضخواہ مقروض سے کوئی چیز رہن کے طور پر نہ لے بلکہ اس پر اعتبار کر کے بلا رہن اسے قرضہ دیدے تو مقروض کی زیادہ ذمہ واری ہے کہ اہتمام سے قرضہ ادا کرے اور قرضخواہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دے۔ اس قرضہ کو اسی لئے امانت قرار دیا ہے کہ وہ بروقت اور صاحب امانت کے منشاء کے مطابق ادا ہونی چاہیئے۔

قرآن مجید نے ان احکام کے ساتھ ساتھ ہر جگہ یہ تلقین فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ درحقیقت سارے معاملات کی بہتری کی کلید تقویٰ اللہ ہے۔ اسی سے علم و عمل میں ترقی اور خلوص پیدا ہوتا ہے۔

رَبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

ہوتی ہے اور مومن بھی ایمان لاتے ہیں ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ

سب رسولوں پر ایمان لاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم خدا کے فرستادوں میں (ان پر ایمان لانے یا نہ لانے کے لحاظ) کوئی تفریق نہیں کرتے

وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ

انہوں نے کہا کہ ہم نے حکم الٰہی کو سنا اور اس کی اطاعت کی ۔ اے ہمارے خدا ! تو ہماری مغفرت فرما ہمارا ٹھکانا تیرے ہی

ع۔ اللہ تعالےٰ کو علم کامل حاصل ہے اور وہ سب قدرتوں کا مالک ہے اس لئے انسان اس کے محاسبہ اور گرفت سے بچ نہیں سکتا ۔ لہٰذا یہ خیال باطل ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سے باز پرس نہیں کرے گا یا نہیں کر سکتا ۔ ظاہری اعمال تو ایک طرف رہے وہ تو دلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے ۔ اس لئے نیک اعمال کر کے اس کی مغفرت اور رحمت کے طالب ہونا چاہیئے ۔

محاسبہ کے ضمن میں قیامت کا ذکر آچکا ہے ۔ باقی چار بنیادی ایمانیات اللہ[1]۔ اس کے فرشتے[2]۔ اس کی کتابیں[3] اور اس کے رسول[4] ہیں ان پر بھی سب کو ایمان لانا ضروری ہے ۔ قرآنی وحی جملہ ایمانیات کے لئے بنیاد ہے اس لئے اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا اور بتایا کہ رسول خود بھی اس وحی کے منجانب اللہ ہونے پر یقین رکھتا ہے اور سب مومن بھی یہی ایمان لاتے ہیں ۔

رسولوں کے درجات اور مقامات میں تو آیت قرآنی تلك الرسل فضّلنا بعضهم على بعض کے مطابق عنداللہ تفاوت ہے مگر جہاں تک ان پر ایمان لانے کا سوال ہے انسانوں کے لئے سب پر ایمان لانا یکساں واجب ہے ، اور اس پہلو سے سب نبی برابر ہوتے ہیں ۔ کیونکہ رسول پر ایمان لانا درحقیقت اس وحی الٰہی پر ایمان لانا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر نازل ہوتی ہے اسی لئے رسول پر نازل شدہ وحیٔ الٰہی پر ایمان لانا لازمی ہے ۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت ایمان اللہ تعالےٰ پر ہی ہے ۔ کتابوں، رسولوں اور فرشتوں پر اسلئے ایمان لانا ضروری ہے کہ یہ خدا کے احکام اور اس کی مرضی کو جاننے کا ذریعہ ہیں ۔ قیامت پر اسلئے ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اس دن اللہ تعالےٰ جملہ انسانوں پر آخری اتمام حجت کے بعد ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے گا ۔

شیوۂ ایمانی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کے احکام پر کان دھرے اور ان کی پوری پوری اطاعت کرے ۔

الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا

پاس ہے ۔ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت اور وسعت سے زیادہ کا پابند اور مکلّف نہیں کرتا ۔ انسان جو نیکی کا

كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ

کام کرتا ہے اسکا نیک بدلہ اس کو ضرور ملے گا اور جو وہ عمداً بدی کرتا ہے اسکی سزا اسپر پڑیگی ۔ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا

اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا

خطا کر بیٹھیں تو تُو ہم سے مؤاخذہ نہ فرما ۔ اے ہمارے رب! ہم پر اس قسم کی سزا کا بوجھ نہ رکھ جو تُو نے

اور بایں ہمہ اپنی کمزوری کے پیش نظر ہر وقت **استغفار** کرتا رہے ۔ استغفار طلب مغفرت کو کہتے ہیں اور مغفرت کا لفظ نہایت وسیع ہے ۔ گناہوں کی طبعی طاقت کے دبائے رکھنے اور مغلوب کر لینے کی توفیق کا نام بھی مغفرت ہے اور گناہ کے ارتکاب کے بعد اس کی سزا سے بچایا جانا یہ بھی مغفرت ہے ۔ اِس وسیع لغوی مفہوم کے لحاظ سے ہر شخص کے لئے استغفار ضروری ہے اور استغفار کرنے سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ شخص ارتکاب گناہ کر چکا ہے ۔ بلکہ نیک اور معصوم انسان طلب مغفرت پر اور بھی زور دیتے ہیں ۔ جس طرح مالدار انسان اپنے مال کی حفاظت کرتا اور اس کے ذرائع سوچتا رہتا ہے اسی طرح نیک خزانہ کا مالک بھی استغفار کے ذریعہ سے اس کی حفاظت چاہتا ہے ۔ سچ ہے ؎

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

شریعت کی نظر میں ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق ذمہ دار اور جواب دہ ہے ۔ اور نیکی بہرحال اجر کا موجب ہے اور بدی پر مواخذہ اسی صورت میں ہوتا ہے کہ اس میں ارادہ اور عزم شامل ہو ۔

نسیان اور خطا میں **تفریط** اور **افراط** کا فرق ہے ۔ جو کام کرنا چاہیئے تھا بھول کر نہیں کیا وہ نسیان کے ذیل میں آتا ہے ۔ اور جو کام نہیں کرنا چاہیئے تھا بلا ارادہ کر لیا ہے وہ خطا ہے ۔ شرعی اعمال میں خطا و نسیان معاف ہیں ان پر مؤاخذہ نہیں ۔ مگر افراد یا قومیں قانونِ قدرت کی جو مخالفت کرتی ہیں وہ خواہ غلطی سے ہو یا ارادتاً اس پر قانونِ قدرت میں سزا مل جاتی ہے ۔ آیت لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا میں قانونِ قدرت کی سزا ول سے

كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا

ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا۔ اے ہمارے رب! ہم پر وہ ذمہ داری نہ پڑنے دے

مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ

جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ تو خود درگزر فرما۔ ہم کو معاف فرما اور ہم پر رحم فرما۔

ع ۴۰ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

تو ہی ہمارا آقا اور مددگار ہے پس تو کافر لوگوں کے مقابلہ پر ہماری تائید و نصرت فرما (آمین)

بچائے جانے کی بھی دعا ہے۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے اور قانونِ قدرت بھی اسی کے تابع ہے۔

پہلی قوموں نے بدیاں کیں جن کے باعث ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا اور ایسا روحانی بوجھ پڑ گیا کہ ان سے نیکی کی توفیق چھن گئی۔ مسلمانوں کو دعا سکھائی گئی کہ وہ بدیوں پر اصرار نہ کریں تا انہیں یہ سزا نہ ملے اور وہ اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ سے بھی دعا کرتے رہیں۔

طاقت سے زیادہ ذمہ داری یا سزا انسان کی تباہی کا موجب ہو جاتی ہے اس سے بچائے جانے کی بھی دعا سکھائی گئی ہے۔ طلب عفو، مغفرت اور رحمت کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے جو ہمارا مولیٰ اور آقا ہے۔ دشمنانِ دین کے مقابلہ پر غلبہ اور نصرت کی دعا کی گئی ہے۔ اللّٰھم آمین یا رب العالمین ؁

ضروری اعلان

الحمد للہ کہ ترجمہ و مختصر تفسیر کا یہ سلسلہ سورۃ البقرۃ کے خاتمہ تک پہنچ گیا ہے۔ بہت سے احباب کے مشورہ کے مطابق آئندہ نمبر سے ہر مرتبہ چار صفحے (ایک رکوع مع ترجمہ و مختصر تفسیر) رسالہ کے آخر پر شامل کئے جایا کریں گے۔ تا بعد ازاں ان کا الگ مجموعہ بھی بن سکے۔ اس بارے میں مزید مشورہ ہو تو جلد مطلع فرمادیں۔

خاکسار۔ ابو العطاء جالندھری ۱۳ جولائی ۱۹۶۱ء